مؤلف :

محقق اہل سنت حضرت علامہ مولانا

محمد جلال الدین قادری

مدظلہ العالی

ناشر :

ادارہ مصطفائی، پرانی جہلم و ہیڈ رسول

جمال الاولیاء

حضرت صاحبزادہ مولانا قاری
غلام محی الدین رحمۃ اللہ علیہ
عرف مستانہ صاحب
کا تعارف

مؤلف :

محقق اہل سنت حضرت علامہ مولانا

محمد جلال الدین قادری

مدظلہ العالی

ناشر :

ادارہ مصطفائی، پرانی جہلم دھیڈر سول

نام کتاب ...... جمال الاولیاء حضرت صاجزادہ
مولانا قاری غلام محی الدین رحمۃ اللہ علیہ
عرف مستانہ صاحب کا تعارف

مصنف ...... مولانا محمد جلال الدین قادری

سرپرستی ...... متعلقین و معتقدین حضرت مستانہ صاحب

نگرانی ...... مولانا مفتی محمد علیم الدین نقشبندی

کمپوزنگ ...... ارشاد احمد نقشبندی فون نمبر 426260 ڈی ۱۸۳ اسلامیہ ٹاؤن، راولپنڈی

پروف ریڈنگ ...... مولانا محمد حبیب احمد نقشبندی (ایم اے اسلامیات)

تاریخ اشاعت ...... بموقع ختم چہلم شریف، مئی ۱۹۹۹ء

تعداد ...... ایک ہزار

قیمت ...... ۵۰ روپے

ناشر ...... ادارہ مصطفائی، پرانی جہلم و ہیڈ رسول

فہرست

انتساب

فقیر یہ چند سطور اپنے والد گرامی حضرت قبلہ مولانا خواج دین نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ کے وسیلہ جلیلہ سے......

غوث الامت، قدوۃ الصلحاء، زبدۃ الاصفیاء، زینت الذاکرین حضرت مولانا پیر باوا جی صاحب محمد قاسم صادق موہڑوی نقشبندی قادری چشتی سہروردی قدس سرہ العزیز......

کی بارگاہ عالی جناب میں ایک حقیر نذرانے کے طور پر پیش کرنے کی سعادت پارہا ہے۔

جن کے دم قدم اور گرمیٔ نفس سے لاکھوں باخدا بنے۔ ہزاروں راہنمایانِ ملت بنے۔ جن کے ذکرِ حق کا غلغلہ دُور دُور تک پہنچا اور ذرہ ذرہ ان کی ولایت کا شاہد ہے۔

فقیر قادری محمد جلال الدین عفی عنہ
محلہ لطیف شاہ غازی، کھاریاں، ضلع گجرات
۱۷۔ محرم الحرام۔ ۱۴۲۰ھ
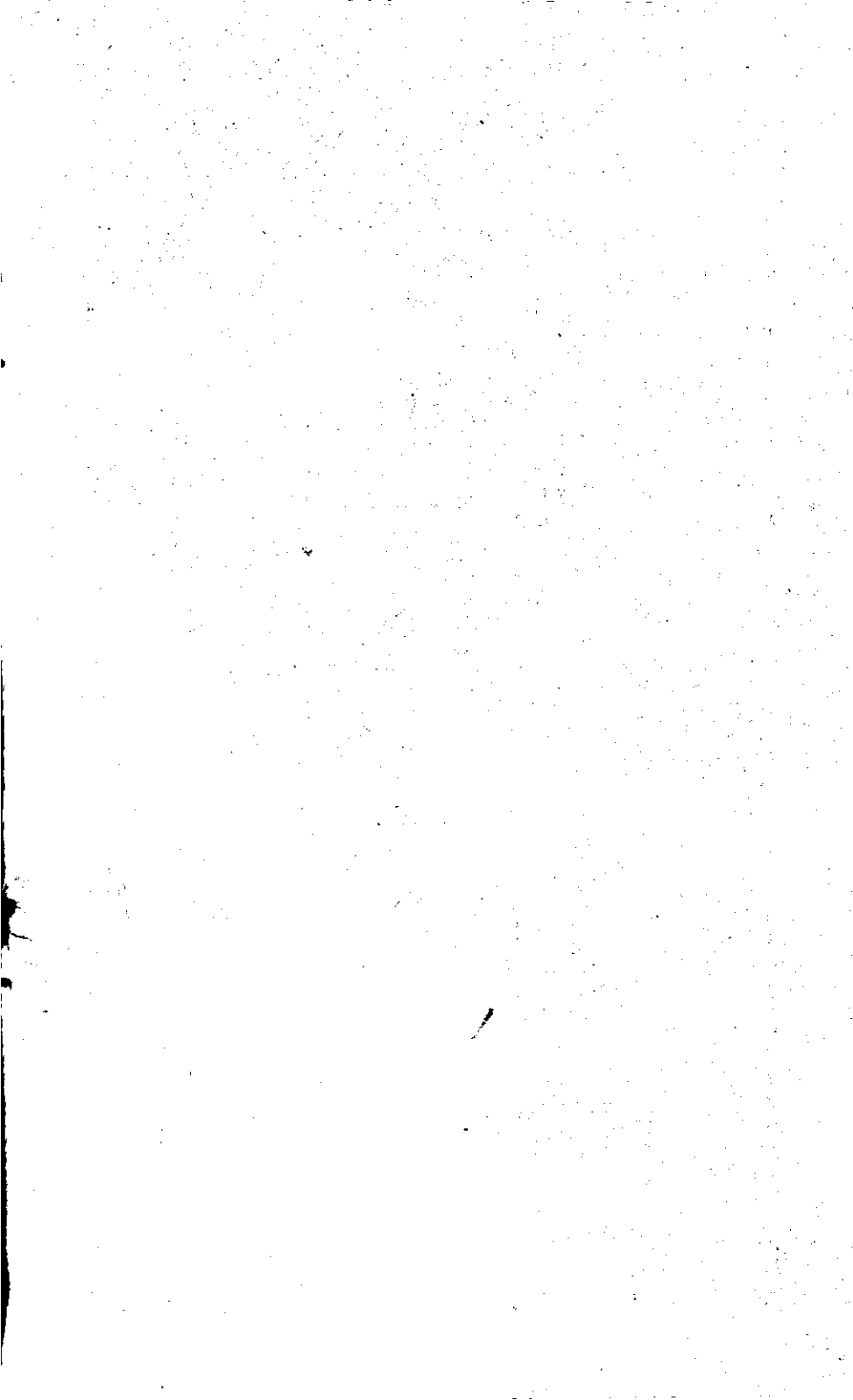
اظہار تشکر

حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو بندوں کا شکر ادا نہیں کرتا وہ حق تعالیٰ کی لامحدود نعمتوں کا شکر کیسے ادا کر سکے گا؟

اس حوالہ سے میں ضروری سمجھتا ہوں کہ اس عجالہ ءِ نافعہ کی ترتیب اور تدوین میں جن محترم حضرات نے اس فقیر کی معاونت فرمائی ان کا شکریہ ادا کروں۔

☆ خطیب الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد حبیب اللہ نعیمیؒ سرائے عالمگیر۔

☆ استاذ العلماء حضرت مولانا مفتی محمد علیم الدین مجددی، مدرس دارالعلوم سلطانیہ کالادیو، جہلم۔

☆ حضرت مولانا صوفی محمد اشرف چشتیؒ قصبہ کریالی، سرائے عالمگیر۔

☆ جناب حضرت صوفی محمد رفیق خان، سرائے عالمگیر۔

☆ پیر طریقت صاحبزادہ عبدالعزیز نقشبندی۔

☆ پیر طریقت صاحبزادہ قاری محمد اکرم نقشبندی۔

☆ جناب صاحبزادہ قاری عبدالمجید (مقیم لندن)

☆ جناب صاحبزادہ اظہر محمود

☆ وجناب صاحبزادہ محمد قاسم نواز' پسران حضرت مستانہ۔

☆ جناب چوہدری محمد اشرف' مہے کلاں، سرائے عالمگیر

☆ جناب الحاج صادق حسین' پیارا، کھاریاں

☆ جناب حاجی فدا حسین قادری اور ان کے رفقاء وغیرھم

اللہ تعالیٰ ان حضرات کو اپنے محبوب بندوں کی محبت کے طفیل جزائے خیر عطا فرمائے۔آمین۔

سپاس گذار۔

محمد جلال الدین قادری

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تیس برس سے زائد عرصہ ہوا کہ حضرت صاحبزادہ قاری غلام محی الدین نقشبندی قادری علیہ الرحمہ سے فقیر متعارف ہوا۔ اس عرصہ میں آپ سے قریبی تعلقات رہے۔ ایک عرصہ تو روزانہ ملاقات رہی۔ کچھ وقت ایسا بھی گزرا کہ دن رات ایک ہی جگہ رہے۔ نشست و برخاست، کھانا پینا، رہنا سہنا، سونا جاگنا اکھٹا رہا۔

یہ تعلقات اخلاص پر مبنی تھے۔ اس میں تجارتی مفادات قطعاً وابستہ نہ رہے۔ اللہ تعالیٰ جل مجدہٗ اس کے محبوب ہمارے آقا مدنی سرکار ﷺ اور محبوبانِ خدا سے محبت و پیار نے جمع رکھا اور دعا ہے کہ قیامت تک اور اس کے بعد حشر و نشر میں بھی یہی سنگت قائم رہے۔ آمین

اس طویل عرصہ کے گذرنے کے باوجود فقیر حضرت موصوف کو پوری طرح نہ جان سکا۔ آپ نے اپنی عظمتوں اور

اعلیٰ روحانی مقامات پر گہرا پردہ رکھا۔ حضرت کے وصال باکمال نے اس حقیقت سے کچھ پردہ اُٹھایا۔

مبارک وصال، تجہیز و تکفین، اور دفن کے نورانی مناظر سے دلوں سے غفلت کے پردے اٹھے۔ دفن کے وقت نورانی منظر کے پیش نظر خواہش تھی کہ کاش آج یہاں ہماری میت ہوتی۔

اللہ ورسول (جل وعلا و ﷺ) کے ہاں اتنی پذیرائی نے مجھ جیسے کئی حضرات کو متاثر کیا۔ اس جذبہ نے مجبور کیا کہ حضرت موصوف علیہ الرحمہ کی زندگی کا ایک طائرانہ جائزہ قارئین تک پہنچا دیا جائے۔ اس غرض سے آئندہ کی چند سطور پیش خدمت ہیں۔ مولا کریم حضرت موصوف جیسی زندگی اور موت نصیب فرمائے۔ آمین. بجاه نبیه الکریم ﷺ

محمد جلال الدین قادری عفی عنہ
محلہ لطیف شاہ غازی، کھاریاں،
ضلع گجرات

☆☆☆☆☆☆☆☆

خاندانی پسِ منظر

خاندان ولی پاک غلام محی الدین

-------۱۹۹۹ء-----

خانوادہ والا حسب غلام محی الدین

-------۱۹۹۹ء------

لوح دیباچہ خاندان غلام محی الدین

-------۱۹۹۹ء------

جمال الاولیاء' عارف باللہ' مجاہد فی سبیل اللہ' پیر طریقت' رہبر شریعت مولانا قاری غلام محی الدین عرف مستانہ صاحب کا خاندان علمی اور روحانی اعتبار سے ایک ممتاز خاندان ہے۔ کئی پشتوں سے صاحبان علم و فضل اور ارباب طریقت اپنے ماحول کو متاثر کر رہے ہیں۔

علمی اور روحانی غلغلہ پنجاب سے گذر کر برصغیر تک پھیلا۔ آپ کے پردادا قاری محمد ہاشم ان خوش نصیب مجاہدین میں شامل ہیں جنھوں نے فرنگی غاصبوں کے خلاف فتویٰ جہاد جاری کیا۔ اور پھر اس کی پاداش میں قید و بند کی سزا برداشت کی۔

دار ورسن کو زینت دی اور تاریخ اسلام میں ممتاز مقام حاصل کیا۔(۱)

دادا قاری حافظ عبدالغنی نے تمام عمر قرآن مجید کی تدریس میں صرف کی اور ہزاروں شاگرد اپنی یادگار چھوڑے۔

آپ کا خاندان قرأت و تجوید میں درجہ تخصص کا حامل رہا۔ مردوں کے علاوہ مستورات بھی بے مثل قاری تھیں۔ ان کا مشغلہ بھی درس و تدریس رہا۔

صاحب تذکرہ کی دادی محترمہ شہر بانو کے شاگردوں کی تعداد ہزاروں میں تھی۔ علاقہ بھر میں ان کے تلامذہ موجود تھے۔ ان کی بے مثل تجوید و قرأت کا یہ عالم تھا کہ ان کی تلاوت کے وقت ایسا سماں بندھتا کہ اگر پانی کا بھرا پیالہ الٹا دیا جاتا تو نیچے نہ گرتا۔

یہ روایت پیر طریقت، سید السادات قاری حافظ سید فضل میراں شاہ زیب آستانہ مخزن شاہانہ، نزد ڈنگہ نے فقیر قادری عفی عنہ سے بیان کی۔

ا۔ تفصیل کے لیئے ملاحظہ ہو:
جنگ آزادی ۱۸۵۷ء ص ۲۰۶

فقیر قادری اس روایت میں مبالغہ نہیں سمجھتا' کیونکہ قرآن مجید کا اعجاز ایسی باتوں کو بعید نہیں رہنے دیتا۔ حضرت پیر سید فضل میراں شاہ مدظلہ العالی کے خاندان کے اکثر افراد و مستورات اس خاندان کے تلامذہ تھے۔

صاحب تذکرہ حضرت مستانہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بارہا اس حقیقت کا اظہار فرمایا' بطور تحدیث نعمت اپنے خاندانی علم و فضل کو بیان کیا۔ کہ :

"میرا والد صوفی، دادا صوفی، پردادا صوفی، لکڑدادا صوفی"

آپ کے والد گرامی قدر حضرت قاری محمد فیروز علی سلطان رحمۃ اللہ علیہ خانوادہ نقشبندیہ قادریہ موہڑہ شریف، کوہ مری کے بانی حضرت خواجہ محمد قاسم صادق رحمۃ اللہ علیہ کے مرید صادق اور خلیفہ مجاز تھے۔ موصوف نے اپنی زندگی ریاضت و مجاہدہ میں گذاری، ان کی ملازمت کی ذمہ داریاں ریاضت و مجاہدہ میں حائل نہ ہو سکیں۔

جانگسل مجاہدات آپ کی زندگی کا حصہ رہے۔ طویل چلہ کشی سے آپ نے صفائے باطن کی دولت حاصل کی' ہزاروں

مریدین نے آپ کی صحبت سے اپنی آخرت کو سنوارا۔

کئی غیر مسلم ہندو آپ کے فیض صحبت سے دائرہ اسلام میں داخل ہوئے۔ سرگودہا اور جھنگ کے بے شمار اکھڑ مزاج آپ کے فیضان صحبت اور رشد و ہدایت سے کامل صوفی اور متوازن مزاج مومن بنے۔

حضرت مستانہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے برادر اصغر جناب قاری محمد اکرم مصطفائی ایم اے ، اسسٹنٹ ڈائریکٹر سوشل ویلفیئر کی روایت سے خاندانی حالات میں یوں اضافہ ہوتا ہے۔ کہ ......

قاری محمد ہاشم جنہوں نے فتویٰ جہاد پر دستخط فرمائے تھے سبعہ قرأت کے قاری بھی تھے۔ حضرت مستانہ صاحب کے تایا قاری رشید احمد پنجاب کے مشہور وکلاء میں سے تھے، قاری رشید احمد کی صاحبزادی محترمہ رابعہ قاری لاہور ہائی کورٹ کی مشہور وکیل تھیں۔

مستانہ صاحب کے تایا قاری برکت علی اور نانا مرزا محبوب عالم حضرت سلطان العارفین سلطان باہو کے خاندان میں

مرید تھے، حضرت مستانہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جن اولیاء اور علماء سے ملاقات رکھی ان میں......

☆ سوہنے شاہ صاحب بدھوال والے۔

☆ سید جلال شاہ صاحب ہیڈر سول والے۔

☆ میراں شاہ صاحب۔

☆ پیر شاہ صاحب پران والے۔

☆ عاشق حسین شاہ پنڈ سوکہ والے، وغیرہ شامل تھے۔

عارف باللہ حضرت خواجہ
محمد قاسم صادق موہڑوی قدس سرہ العزیز

ولی کامل، مرشد خلائق حضرت خواجہ محمد قاسم صادق (باواجی) رحمۃ اللہ علیہ کا شجرہ نسب سلاطین ایران کے کیانی خاندان سے ملتا ہے۔

آپ کے جدِ امجد عہد عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ میں وارد ہندوستان ہوئے۔آپ کے جدِ امجد اور والد گرامی کا معمول تھا کہ پنجاب سے سامان تجارت لے کر کشمیر جاتے اور راستے میں پہاڑی علاقوں میں تبلیغ دین کا فریضہ ادا کرتے رہتے۔

حضرت خواجہ صاحب کے والد ماجد بچپن میں ہی داغ مفارقت دے گئے۔ ہوش سنبھالنے پر والدہ ماجدہ نے تعلیم و تربیت کا اہتمام کیا اور علوم دینیہ کی تحصیل کے لیئے ہندوستان بھیجا۔ جہاں آپ نے اس دور کے مشہور فضلاء سے استفادہ کیا۔

اور تقریباً (۷۷-۱۲۷۶ھ / ۱۸۶۰ء) میں تکمیل علوم کے بعد واپس تشریف لائے اور راولپنڈی کے قریب موضع جھٹہ میں دینی مدرسہ قائم کر کے تشنگانِ علومِ دینیہ کو سیراب

کرنے لگے۔

اس کے باوجود آپ کو کسی مرد کامل کی تلاش بے چین کیئے رکھتی تھی۔ جس سے اسرارِ معرفت اور فیوض و برکات کا استفادہ کیا جاسکے۔

علاقہ مری کی جنوبی جانب سسی قوم آباد تھی۔ ان میں ایک دفعہ سنی شیعہ فساد پر نزاع ہوا اور نوبت خونریزی تک جا پہنچی۔ فریقین کے اہل دانش نے اس بات پر اتفاق کیا کہ کسی متبحر عالم دین سے تصفیہ کرایا جائے اور اس کے فیصلہ کو دونوں فریق تسلیم کرلیں۔

نگاہ انتخاب حضرت خواجہ موہڑوی رحمۃ اللہ علیہ پر پڑی۔ آپ نے بیانات سن کر اہل سنت کے حق میں فیصلہ دیا۔ فریق مخالف نے سازش کے تحت آپ کے کھانے میں زہر ملا دیا۔ جسے کھا کر آپ بے ہوش ہو گئے اور ایک دن رات یہی کیفیت رہی۔ اسی حالت میں آپ کو حضرت خواجہ نظام الدین کیاں شریف (کشمیر) کے دربار عالیہ کا نقشہ دکھا کر حاضری کا حکم دیا گیا۔

چنانچہ آپ ہوش میں آنے کے بعد دشوار گذار راستوں کو

طے کرتے ہوئے کیاں شریف پہنچ گئے اور مرجع عالم حضرت خواجہ نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ کے دست مقدس پر سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں بیعت کی سعادت حاصل کی۔

آپ کا سلسلہ طریقت بارہ واسطوں سے حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی قدس سرہ تک پہنچتا ہے۔

مرشد کامل نے بیعت فرمانے کے بعد چاروں سلاسل کی خلافت سے نوازا۔ اور موہڑہ شریف، ایسے گنجان اور دشوار گزار پہاڑی علاقہ میں قیام کا حکم دیا۔

حضرت خواجہ محمد قاسم موہڑوی قدس سرہ نے شیخ کے ارشاد کی تعمیل اس طرح کی کہ ستّر سال کا طویل دور اسی جگہ عبادت وریاضت اور خلقِ خدا کی رہنمائی میں بسر کیا اور سال میں ایک دفعہ مرشد کی خدمت میں حاضری دینے کے علاوہ کسی اور طرف رُخ نہ کیا۔

دورافتادہ مقام میں قیام کے باوجود ہزاروں افراد آپ کی خدمت میں حاضری دیتے اور مقصد دِلی حاصل کر کے واپس ہوتے۔ سینکڑوں راہِ طریقت کے سالک رتبہ کمال کو پہنچے'

خلعتِ خلافت سے مشرف ہوئے اور پھر پاک و ہند کے مختلف مقامات پر تبلیغ دین اور رشد و ہدایت کے کام پر مامور ہوئے۔ آج بھی لاکھوں افراد آپ کے فیوض وبرکات سے مستفید ہو رہے ہیں۔

آپ کے اخلاق و عادات سنت نبوی علی صاحبہا افضل الصلوۃ واکمل السلام کے مظہر تھے۔ سینکڑوں ہندو اور سکھ آپ کے اخلاق کریمانہ سے متاثر ہو کر حلقہ بگوشِ اسلام ہوئے اور بے شمار فسق و فجور میں مبتلا افراد آپ کے فیض صحبت سے تقویٰ و پرہیزگاری کے پیکر بن گئے۔

آپ ہر وقت، یہاں تک کہ رات کو بھی جبہ زیب تن رکھتے تھے۔ کسی نے اس کا سبب پوچھا؟ فرمایا:

''جس طرح ایک ملازم باوردی ڈیوٹی پر حاضر ہوتا ہے میں چاہتا ہوں کہ میرا ہر لمحہ یادِ خدا اور مخلوقِ خدا کی ہدایت میں باوردی لکھا جائے''

تقریباً ایک سو بیس برس کی عمر میں ۱۳ ذی قعدہ ۱۳۶۲ھ / ۲۱ نومبر ۱۹۴۳ء بروز جمعۃ المبارک عارف باللہ

حضرت خواجہ محمد قاسم موہڑوی قدس سرہ کا وصال ہوا۔ آپ کا مزار موہڑہ شریف تحصیل کوہ مری (ضلع راولپنڈی) میں مرجع خلائق ہے۔(۲)

حضرت خواجہ محمد قاسم ہر سال ایک بار مرشد کے حضور ایک رات کے لیئے حاضری دیتے۔ کیاں شریف سے چار میل دور رفع حاجت کے لیئے جاتے۔ راستہ میں کھانا اس لیئے نہ کھاتے تاکہ رفع حاجت کی ضرورت نہ ہو۔

اخلاق و عادات اور خصائل میں ہمیشہ سنت نبوی کی اتباع کی۔ جمالِ یوسفی تو تھا ہی لہٰذا معنوی و باطنی کمالات میں ید طولی رکھتے تھے۔ حسی اور عقلی دونوں قسم کی کرامات سے آپ کو نوازا گیا۔

ایک روایت کے مطابق چودہ لاکھ افراد نے آپ سے ذکر الٰہی کا استفادہ کیا اور وہ باخدا بن گئے۔ لاتعداد قلبی مریض صحت یاب ہوئے۔ ہزارہا سعادت مند درجہ ولایت پا گئے اور سینکڑوں کو خلافت سے نوازا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

۲۔ ماخوذ از تذکرہ اکابر اہل سنت (حصہ اوّل) مولفہ مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری

حضرت قاری فیروز علی سلطان
المعروف باباجی صاحب

حضرت مولانا قاری غلام محی الدین عرف مستانہ کے والد گرامی کا نام قاری فیروز علی سلطان ہے۔ آپ کا تعلق خاندانِ مغلیہ سے ہے۔ قاری فیروز علی سلطان، قاری حافظ عبدالغنی کے گھر ورینہ شریف میں ۱۸۹۵ء میں پیدا ہوئے۔

آپ کی والدہ ماجدہ قاریہ شہر بانو ولی اللہ تھیں، قاری محمد ہاشم دلی شاہی جامع مسجد کے خطیب تھے،

قاری فیروز علی سلطان نے ابتدائی دینی تعلیم اپنے والد ماجد اور والدہ ماجدہ سے حاصل کی۔ گورنمنٹ ہائی سکول جہلم سے میٹرک کا امتحان پاس کیا۔ کچھ عرصہ محکمہ فوج میں ملازمت اختیار کی، بعد ازاں آپ نے محکمہ انہار میں بطور تار بابو ملازمت کو اختیار کیا۔

اس عرصہ میں آپ کو باؤ جی کے نام سے پکارا جانے لگا، تار کے ذریعے پیغام رسانی کا کام آپ کے روحانی میلان میں

اضافے کا باعث بنا۔ اپنے دفتر کے ایک کونہ میں ذکر و فکر اور مراقبہ کی ریاضت شروع کر دی۔

اس عرصہ میں آپ نے بڑی مجاہدانہ مشقت برداشت کر کے ریاضت شروع کر دی۔ دسمبر کی یخ بستہ راتوں میں دریا کے پانی میں کھڑے ہو کر قصیدہ غوثیہ شریف کا آخری چلہ کیا اور ساتھ ہی ملازمت سے استعفاء دے دیا۔

قاری فیروز علی سلطان کی شادی اپنے گاؤں کے صوفی منش اور پرہیزگار رشتہ دار مرزا محبوب عالم کی بیٹی سے ہوئی' جن کے بطن سے جناب مستانہ کے علاوہ چار بیٹے اور تین بیٹیاں پیدا ہوئیں۔

مائی صاحبہ عابدہ زاہدہ تھیں۔ نماز' روزے کی پابندی تو خاندان بھر کا معمول تھا۔ اس لیئے بچوں کی پرورش اور تربیت انہوں نے نہایت خوش اسلوبی سے انجام دی۔

حضرت قاری فیروز علی سلطان ۱۹۱۷ء میں موہڑہ شریف حاضر ہوئے۔ اور حضرت خواجہ محمد قاسم صادق سے بیعت کی۔ ۱۹۲۶ء میں آپ کو چاروں سلسلوں میں خلافت

مرحمت ہوئی۔

آپ نے اپنے گاؤں میں دو عرس شریف (پندرہ مارچ اور پندرہ دسمبر) کی بنیاد رکھی۔اب یہ عرس آپ کے مزار پرانوار واقع ہیڈرسول پر منعقد ہوتے ہیں۔

آپ کو اپنے پیر طریقت حضرت باباجی محمد قاسم موہڑوی سے گہری عقیدت تھی۔ شیخ کے حضور موءدب کھڑے رہتے اور آنکھیں اور زبان بند رکھتے۔ایک روز پیرومرشد نے دریافت فرمایا کہ فیروز شاہ! ہر ایک سوالی مجھ سے سوال کرتا ہے اور مجھ سے مانگتا ہے' آج تک تم نے نہ کچھ مانگا نہ لب کشائی کی۔آج کچھ طلب کرو۔ توآپ نے نہایت ادب سے عرض کیا۔

آپ سے آپ کی ذات کا طالب ہوں.....

......غالباً ۱۹۸۰ء میں وصال ہوا۔ اور مزار اپنی خرید کردہ زمین واقع ہیڈرسول میں بنا۔

(روایت قاری محمد اکرم مصطفائی)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

آپ کا اسم مبارک سید مصطفیٰ صبغۃ اللہ ہے۔ آپ ایرانی النسل ہیں۔ ربیع الاوّل ۱۳۱۸ھ بمطابق ۲۳ مارچ ۱۹۰۰ء بروز جمعہ تہران میں پیدا ہوئے۔ والد ماجد کا اسم گرامی سید الحاج سر ھند علی آقا مہاجر ہے۔

آپ کا خاندان شہنشاہ ایران کے دربار شاہی سے متعلق رہا۔ آپ نے ابتدائی تعلیم ایک فوجی سکول میں حاصل کی۔ ۱۳۳۸ھ میں شہنشاہ ایران رضا شاہ پہلوی نے آپ کو فوج کے دفتر محاسب نائب اول مقرر فرمایا، چند دنوں بعد آپ رضا شاہ پہلوی کے محبوب مقربین میں شامل ہو گئے۔

اس کے باوجود آپ کی توجہ الی اللہ زور پکڑتی رہی۔ رہبر کی تلاش میں تہران کے ایک بزرگ حضرت شمس العرفاء س رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہوئے، اور اپنی روحانی دولت کا حصہ حاصل کر کے مزید ترقی کے لیئے سفر اختیار کرنا چاہا۔ یہاں ہندوستان پہنچ کر آپ کو خواجہ محمد قاسم کیانی کی بارگاہ میں حاضر

ہونے کا اشارہ ملا۔

خواجہ باباجی صاحب علیہ الرحمۃ نے بڑی شفقت فرمائی۔ اور اپنے قریب فرمالیا۔ چار سال کے بعد آپ کو سلسلہ نقشبندیہ اور سہروردیہ میں خلافت عطا فرما کر واپس ایران جانے کا حکم ارشاد فرمایا۔

ایران میں اپنی والدہ اور دیگر عزیز و اقارب سے ملے۔ تقریباً ایک سال کے بعد ۱۹۳۵ء میں دوبارہ موہڑہ شریف حاضر ہوئے۔ اور سلسلہ چشتیہ اور قادریہ میں تمام مقامات طے کر کے حدِ کمال کو پہنچے۔ اور حضور باباجی سے چاروں سلاسل کی اجازت حاصل کی۔

پیرو مرشد نے صوبہ سندھ کی طرف سفر کا ارشاد فرمایا۔ اور روحانی مسند رشد و ہدایت قائم کرنے کی تلقین فرمائی۔ سکھر اور حیدرآباد میں آپ نے دعوت و ارشاد کا کام جاری کیا۔ ہر طبقہ سے تعلق رکھنے والے لوگ آپ سے فیض یاب ہوئے۔ آپ کے مریدین اور خلفاء میں دانشور، وکلاء، ڈاکٹرز اور انجینئرز وغیرہ شامل ہیں۔

حضرت پیر ایرانی، حضور باباجی محمد قاسم صادق موہڑوی کے خلیفہ ہونے کے ناطے سے حضرت باباجی محمد فیروز علی سلطان سے گہرے مراسم رکھتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت مستانہ صاحب نے اپنے والد ماجد اور حضرت پیر ایرانی صبغۃ اللہ سے طلب فیض کیا، اور اپنے والد ماجد اور پیر ایرانی سے خلافت حاصل کی۔

ولادت صوفی طبع غلام محی الدین

------۱۹۳۲ء------

وصال پاک قاری غلام محی الدین

------۱۹۹۹ء------

صوفی باصفا حضرت قاری غلام محی الدین رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت باسعادت موضع ورینہ شریف میں ۱۹۳۲ء میں ہوئی۔ موضع ورینہ نہراپر جہلم کے کنارے کھوہار اور بُران کے درمیان واقع ہے۔

آپ کے والد ماجد حضرت قاری محمد فیروز علی سلطان رحمۃ اللہ علیہ، حضرت غوث الامت خواجہ محمد قاسم صادق موہڑوی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید اور خلیفہ مجاز تھے۔ دادا اور پردادا کا نام بالترتیب حافظ قاری عبدالغنی اور حافظ قاری محمد ہاشم تھا۔

آپ نے ابتدائی دینی تعلیم گھر پر ہی حاصل کی۔

قرأت و تجوید کے حاصل کرنے کے بعد میٹرک کا امتحان ۱۹۵۰ء میں گورنمنٹ ہائی سکول جہلم سے اعلیٰ نمبر حاصل کر کے پاس کیا۔

موصوف کی تین بہنیں اور چار بھائی ہیں۔آپ تینوں بہنوں سے چھوٹے اور چاروں بھائیوں سے عمر میں بڑے ہیں۔ بھائیوں کے نام قاری حبیب سلطان ، قاری عبدالعزیز، قاری عبدالمجید اور قاری محمد اکرم ہیں۔

سرکاری سندات اور دیگر دستاویزات میں تاریخ پیدائش صحیح درج نہیں۔خاندانی روایات کے مطابق آپ کی پیدائش کا سال اوپر درج ہے۔

آپ نے ایف۔اے اور بی۔اے کے امتحانات پرائیویٹ طور پر اعلیٰ نمبروں پر پاس کیئے۔ محکمہ تعلیم کے محکمانہ امتحانات جے۔وی، سی۔ٹی اور محکمہ دیہات سدھار

کے تربیتی امتحانات بھی پاس کیئے۔

۱۹۴۳ء میں والد محترم کے ہمراہ موہڑہ شریف حاضر ہوئے۔ حضرت خواجہ محمد قاسم صادق رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت سے مشرف ہوئے اور درخواست بیعت پیش کی جو قبول ہوئی۔ اس طرح اوائل عمر میں ہی سلسلہ نقشبندیہ قادریہ میں بیعت ہوئے۔

حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد اپنے والد ماجد اور حضرت خواجہ پیر سید صبغت اللہ شاہ عرف پیر ایرانی سے منازل سلوک طے کیئے۔ یہ دونوں حضرات بھی حضرت خواجہ محمد قاسم صادق رحمۃ اللہ علیہ کے محبوب خلفاء میں سے ہیں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

عنفوان ملازمت غلام محی الدین

-----۱۹۹۹ء-----

حضرت صاحبزادہ قاری غلام محی الدین نے پاکستان نیشنل کارپوریشن، دیپال پور میں بحیثیت منیجر اپنی ملازمت کا آغاز کیا۔ ۵۳-۱۹۵۲ء میں دیپال پور رہے۔ ۱۹۵۴ء میں ایک سال سے کم مدت تک فوج میں ملازمت اختیار کی۔

بعد ازاں محکمہ دیہات سدہار، لالہ موسیٰ میں ترقی دیہات کی تربیت حاصل کی۔ ۱۹۵۶ء میں آپ کی شادی اپنی ماموں زاد کے ساتھ ہوئی۔

۱۹۶۰ء میں جے۔وی کا امتحان پاس کرنے کے بعد محکمہ تعلیم میں ملازمت شروع کی۔ پہلی تعیناتی گورنمنٹ پرائمری سکول پیارا، نزد کھاریاں میں ہوئی۔

۱۹۶۶ء میں رسول گاؤں میں تبادلہ ہوا۔ ۱۹۷۱ء تک وہاں بطور استاد کام کرتے رہے۔ ۱۹۷۲ء میں گورنمنٹ پرائمری سکول چھپر کوٹیاں (سرائے عالمگیر) میں بطور اوّل مدرس کام

شروع کیا۔

اسی دوران آپ نے ایف۔اے، بی۔اے اور سی ٹی کے امتحان پاس کر لیئے۔ اس طرح بطور سی ٹی گورنمنٹ ہائی سکول سرائے عالمگیر میں ملازمت اختیار کی اور اسی سکول سے ملازمت سے سبکدوشی حاصل کی۔

گورنمنٹ ہائی سکول سرائے عالم گیر میں بحیثیت استاد کام کرنے کے ساتھ حضرت صاحبزادہ مفتی محمد حبیب اللہ نعیمی کے زیر اہتمام جامعہ حنفیہ رضویہ سرائے عالم گیر کے اساتذہ کرام حضرت مولانا مفتی محمد علیم الدین مجددی اور دیگر مدرسین سے صرف، نحو، فقہ، تفسیر اور دیگر علوم دینیہ کی تعلیم حاصل کی۔

یہ وہ اعزاز تھا جو بہت ہی کم اساتذہ کو نصیب ہوتا ہے۔ اساتذہ عام طور پر پرائیویٹ طور پر جدید علوم کے امتحانات کو پاس کر لیتے ہیں، کیونکہ ان سے ان کی ملازمت میں مادی فوائد حاصل ہو جاتے ہیں مگر علوم دینیہ کی تعلیم کا حاصل کرنا، عنقا ہے کہ ان سے بظاہر کوئی مالی یا مادی فائدہ وابستہ نہیں۔

مگر جن حضرات کے نصیب میں اُخروی فوائد کا حصہ ہو

وہ یہ کام کرنے میں عار محسوس نہیں کرتے۔ بلکہ مسجد و مدرسہ کے فرش اور چٹائیوں والا ماحول اُن کے درجات بلند کرنے کا معاون بنتا ہے۔ یہی کچھ حضرت موصوف کے حصہ میں آیا۔

ذلك فضل الله يوتيه من يشاء

والله ذو الفضل العظيم

ذرا اس عزیمت پر غور فرمائیں' کتنا کٹھن مرحلہ ہے؟ حجابات دنیا اور نفس اس میں کتنی رکاوٹیں ڈالتے ہیں؟ ایک استاد، ایک پیرزادہ اپنے ہی شہر میں مسجد و مدرسہ کی صفوں پر طلباء کی صفوں میں بیٹھ کر شاگرد بنے،

اللہ اللہ! مگر جن حضرات نے نفس و دنیا کو اپنے زیر کر رکھا ان کے لیئے یہ مشکل نہیں۔ یہ تھے حضرت صاحبزادہ مولانا قاری پیر غلام محی الدین رحمۃ اللہ علیہ ......

زیارت حرمین شریفین، حج و عمرہ

سچے عاشقوں کی مانند آپ کے دل میں مدینہ شریف کی زیارت، حج اور عمرہ کی تڑپ مدت سے تھی۔ مگر ہر کام کا ایک وقت مقرر ہوتا ہے۔ بالآخر آپ کا جذبہ صادقہ کام آیا۔ دعاہائے نیم شبی رنگ لائی۔ طالب و مطلوب آقا نے اذن حاضری عطا فرمایا اور بار بار فرمایا۔

چنانچہ پہلا حج مبارک ۱۴۰۷ھ / جولائی، اگست ۱۹۸۷ء میں ادا فرمایا اور اپنے آقا و مولیٰ کے حضور مدینہ منورہ میں حاضری دی۔

اگلے سال جمادی الاولیٰ ۱۴۱۰ھ / دسمبر ۱۹۸۹ء میں عمرہ کے ویزا پر حرمین شریفین کی حاضری سے مشرف ہوئے۔ دربار حبیب میں رہ کر دل کی پیاس بجھائی۔ ☆ تیسری بار کی حرمین شریفین کی حاضری ربیع الاول ۱۴۱۲ھ / اکتوبر ۱۹۹۱ء کو میسر آئی۔ اس مرتبہ بھی دل کھول کر حضوری کا موقعہ ملا۔

چوتھی بار جمادی الاخر ۱۴۱۳ھ / دسمبر ۱۹۹۲ء کو عمرہ

کے ویزا پر عمرہ کی سعادت نصیب ہوئی۔

پانچویں بار عمرہ کے ویزا پر شعبان المعظم ۱۴۱۳ھ / فروری ۱۹۹۳ء حرمین شریفین کی حاضری سے مشرف ہوئے۔ دل کے حسرتیں پوری فرمائیں۔

چھٹی بار حج مبارک کے موقعہ پر ذی الحجہ ۱۴۱۴ھ / مئی ۱۹۹۴ء کو حرمین شریفین کی حاضری کے اسباب جمع ہوئے۔

ہر بار نیا لطف محسوس ہوا۔ ہر بار کی حاضری پر دعاؤں کے ساتھ ساتھ جامی کی زبان میں عرض کیا۔

مشرف گرچہ شد جامی ز لطفت
خدا را ایں کرم بارِ دگر کُن

مختصر عرصہ میں دربار محبوب کی متواتر چھ بار حاضری دربار محبوب میں قبولیت کی دلیل ہے۔ وہ کریم نوازتے ہیں اور بے حد نوازتے ہیں۔ یہ حقیقت ہے کہ مالی طور پر بظاہر آپ کبھی بھی اتنے آسودہ نہ ہوئے کہ زیارت حرمین شریفین کے مصارف برداشت کر سکیں۔ مگر جب عشق صادق ہو تو اسباب جمع ہونا ناممکن نہیں رہتا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

شجرہ طریقت سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ

اسماء گرامی	وصال	مزار
☆ حضور سید الاولین والآخرین احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ	۱۲ ربیع الاول ۱۱ھ	مدینہ منورہ
☆ حضرت سیدنا ابو بکر صدیق	۲۲ جمادی الاخرائی ۱۳ھ	مدینہ منورہ
☆ حضرت خواجہ سلمان فارسی	۱۷ جمادی الاخریٰ ۳۵ھ	مدائن
☆ حضرت ابو القاسم بن محمد بن ابو بکر	۲۴ جمادی الاولیٰ ۱۰۷ھ	مدینہ منورہ
☆ حضرت امام جعفر صادق	۲۴ رجب المرجب ۱۴۸ھ	مدینہ منورہ
☆ حضرت خواجہ بایزید بسطامی	۱۵ شعبان المعظم ۲۶۱ھ	بسطام
☆ حضرت خواجہ ابو الحسن خرقانی	۱۰ محرم الحرام ۴۲۸ھ	خرقان
☆ حضرت خواجہ بو علی فارمدی	۴ ربیع الاول ۴۷۷ھ	فارمد
☆ حضرت خواجہ یوسف ہمدانی	۲۷ رجب المرجب ۵۳۵ھ	مرو
☆ حضرت خواجہ الخالق غجدوانی	۱۲ ربیع الاول ۵۷۵ھ	غجدوان
☆ حضرت خواجہ عارف ریوگری	یکم شوال ۶۱۶ھ	ریوگر
☆ حضرت خواجہ محمود فغنوی	۱۷ ربیع الاول ۷۱۵ھ	وابکنی
☆ حضرت خواجہ بو علی رامیتنی	۲۸ ذی قعدہ ۷۱۵ھ	خوارزم
☆ حضرت خواجہ محمد باباسماسی	۱۰ جمادی الاخریٰ ۷۵۵ھ	سماس
☆ حضرت خواجہ شمس الدین		
☆ حضرت خواجہ سید امیر کلال	۲ جمادی الاولیٰ ۷۷۲ھ	سوخار

اسماء گرامی	وصال	مزار
☆ حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبند	۲رجب المرجب ۷۹۱	قصر عارفاں
☆ حضرت خواجہ یعقوب چرخی	۵صفر المظفر ۸۵۱ھ	بلغوں چرخ
☆ حضرت خواجہ عبیداللہ احرار شاش	۲۰ربیع الاول ۸۹۵ھ	سمرقند
☆ حضرت خواجہ محمد زاہد فاری	یکم ربیع الاول ۹۳۶ھ	دخش
☆ حضرت خواجہ محمد درویش امکنگی	۱۹محرم الحرام ۹۷۰ھ	سمرقند
☆ حضرت خواجہ آدم عرف امکنگی بن محمد درویش	۲۱شعبان المعظم ۱۰۰۸ھ	امکنگ
☆ حضرت خواجہ باقی باللہ	۲۵جمادی الاخریٰ ۱۰۱۲ھ	دہلی
☆ حضرت خواجہ شیخ احمد مجدد الف ثانی سرہندی	۲۹صفر المظفر ۱۰۳۴ھ	سرہند
☆ حضرت خواجہ سید شاہ حسین		
☆ حضرت خواجہ سید عبدالباسط		
☆ حضرت خواجہ سید عبدالقادر		
☆ حضرت خواجہ سید محمود		
☆ حضرت خواجہ سید عبداللہ شاہ		ترکستان
☆ حضرت خواجہ سید عنایت اللہ شاہ		شاہجہاں آباد
☆ حضرت خواجہ احمد ثانی		
☆ حضرت خواجہ عبدالصبور		سرینگر، کشمیر

اسماء گرامی	وصال	مزار
☆ حضرت خواجہ گل محمد عرف کنگال		مانگلی، کشمیر
☆ حضرت خواجہ عبدالمجید		کھڈہ، کشمیر
☆ حضرت عبدالعزیز		کرنائی
☆ حضرت خواجہ سلطان محمد ملوک رومی		
☆ حضرت خواجہ نظام الدین		
☆ حضرت خواجہ محمد قاسم کیانی		
☆ حضرت خواجہ قاری محمد فیروز علی سلطان وصبغۃ اللہ ایرانی		
☆ حضرت خواجہ غلام محی الدین عرف مستانہ		

رحمهم الله تعالیٰ علیهم اجمعین

شجرہ طریقت سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ

اسماء گرامی	وصال	مزار
☆ حضرت خواجہ نور محمد		چورہ شریف
☆ حضرت خواجہ محمد فیض اللہ تیراہی		تیراہ
☆ حضرت خواجہ شاہ محمد عیسیٰ		گندپور
☆ حضرت خواجہ جمال اللہ رامپوری		
☆ حضرت خواجہ شاہ محمد اشرف قطب الدین مدنی		
☆ حضرت خواجہ زبیر محمد سرہندی		
☆ حضرت خواجہ محمد حجۃ اللہ سرہندی		
☆ حضرت خواجہ محمد معصوم عروۃ الوثقی سرہندی		
☆ حضرت خواجہ شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی	۲۹ صفر المظفر ۱۰۳۴ھ	سرہند شریف

شجرہ طریقت سلسلہ نقشبندیہ

☆ حضرت خواجہ میر محمد صدیق

☆ حضرت خواجہ محمد شاہ

☆ حضرت خواجہ احمد شاہ

☆ حضرت خواجہ شاہ محمد

☆ حضرت خواجہ نور الدین

☆ حضرت خواجہ سیف الدین بن محمد معصوم

☆ حضرت خواجہ محمد معصوم عروۃ الوثقی بن مجدد

☆ حضرت خواجہ شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی

شجرہ طریقت سلسلہ قادریہ

اسماء گرامی	وصال	مزار
☆ حضرت خواجہ محمد قاسم کیانی	۱۹ ذی قعدہ ۱۳۶۳ھ	موہڑہ شریف
☆ حضرت خواجہ نظام الدین رومی	۸ صفر ۱۲۶۸ھ	کیاں، مظفرآباد، آزاد کشمیر
☆ حضرت خواجہ سلطان محمد ملوک رومی		جنجاٹھ، آزاد کشمیر
☆ حضرت خواجہ عبدالعزیز		کرنائی، آزاد کشمیر
☆ حضرت خواجہ عبدالمجید		کھدہ، آزاد کشمیر
☆ حضرت خواجہ گل محمد عرف کنگال		مانگلی، آزاد کشمیر
☆ حضرت خواجہ عبدالصبور		سری نگر، آزاد کشمیر
☆ حضرت خواجہ حافظ احمد ثانی		
☆ حضرت خواجہ سید عنایت اللہ		شاہ جہاں آباد
☆ حضرت خواجہ سید عبداللہ شاہ ترکستانی		تاتار

نوٹ : ان کو دو مرشدوں سے فیوضات ملے۔

اسماء گرامی	وصال	مزار
☆ حضرت خواجہ شیخ شمس الدین میرزا جانانِ جاناں	۹ محرم الحرام ۱۱۱۵ھ	دہلی
☆ حضرت خواجہ شیخ حافظ محمد عابد	۱۸ رمضان المبارک ۱۱۶۰ھ	سرھند
☆ حضرت خواجہ شیخ عبدالاحد ثانی عرف شاہ گل	۱۱۴۲ھ	سرھند
☆ حضرت خواجہ شیخ احمد محمد سعید خازن الرحمۃ	۱۰۷۰ھ	سرھند
☆ حضرت خواجہ شیخ احمد سرھندی مجدد الف ثانی	۲۹ صفر ۱۰۳۴ھ	سرھند شریف

نوٹ: دوسرے مرشد سید عبداللہ شاہ یہ ہیں

اسماء گرامی	وصال	مزار
☆ حضرت خواجہ سید محمد نقشبندی قادری		ترکستان
☆ حضرت خواجہ سید عبدالقادر ترکستانی		ترکستان

نوٹ: ان کو کئی مشائخ سے فیض صحبت حاصل ہوا۔ نقشبندی سلسلہ میں

اسماء گرامی	وصال	مزار
☆ حضرت شیخ احمد سرھندی مجدد الف ثانی	۲۹ صفر المظفر ۱۰۳۴ھ	سرھند شریف

اسماءِ گرامی	وصال	مزار

.... قادری سلسلہ میں

☆ حضرت سید شیخ احمد
☆ حضرت سید شیخ شرف الدین قاسم گیلانی
☆ حضرت سید شیخ محی الدین یحییٰ گیلانی
☆ حضرت سید شیخ بدر الدین حسین گیلانی
☆ حضرت سید شیخ علاؤالدین علی گیلانی
☆ حضرت سید شیخ شمس الدین محمد گیلانی
☆ حضرت سید شیخ شرف الدین یحییٰ گیلانی
☆ حضرت سید شیخ شہاب الدین حمد گیلانی
☆ حضرت سید شیخ ابو صالح نصر گیلانی
☆ حضرت سید شیخ عبد الرزاق حمائل
☆ حضرت سید شیخ الطریقہ قطب ربانی محمد محی الدین عبد القادر گیلانی
☆ حضرت سید شیخ ابو سعید مبارک مخزومی
☆ حضرت سید شیخ ابو الحسن علی قرشی ہنکاری
☆ حضرت سید شیخ علاؤالدین الفرج طرطوسی
☆ حضرت سید شیخ ابو الفضل عبد الواحد بن عبد العزیز تمیمی
☆ حضرت سید شیخ ابو بکر شبلی
☆ حضرت سید شیخ سید الطائفہ ابو القاسم جنید بغدادی
☆ حضرت سید شیخ احمد سرہندی

رحمھم اللہ تعالیٰ علیھم اجمعین

شجرہ طریقت سلسلہ چشتیہ نظامیہ

اسماء گرامی	وصال	مزار
☆ حضرت باباجی محمد قاسم کیانی	۱۹ ذی قعدہ ۱۳۶۳ھ	موہڑہ شریف
☆ حضرت خواجہ مولوی محمد علی	۲۹ رمضان المبارک	مکھڈ، ضلع ہزارہ
☆ حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسوی	۷ صفر ۱۲۶۷ھ	تونسہ شریف
☆ حضرت خواجہ شیخ نور محمد	۲۴ صفر	جاج مہاراں، بہاولپور
☆ حضرت خواجہ فخر الدین محمد	۲۷ جمادی الثانی ۱۱۹۹ھ	دہلی
☆ حضرت خواجہ نظام الدین اورنگ آبادی	۱۲ ذی قعدہ ۱۱۴۲ھ	اورنگ آباد
☆ حضرت خواجہ شیخ کلیم اللہ جہاں آبادی	۱۴ ربیع الاول ۱۱۵۳ھ	دہلی
☆ حضرت خواجہ شیخ یحییٰ مدنی	۲۸ صفر ۱۱۴۲ھ	مدینہ منورہ
☆ حضرت خواجہ شیخ محمد اعظم جبار سلاسل	۹ ربیع الاول ۱۰۴۳ھ	احمد آباد

اسماء گرامی	وصال	مزار
☆ حضرت خواجہ شیخ حسن محمد بن میاں جیو شاہ	۲۸ ذی قعدہ ۹۸۰ھ	احمد آباد
☆ حضرت خواجہ شیخ جمال الدین شیخ چمن	۲۰ ذی الحجہ ۸۸۰ھ	احمد آباد
☆ حضرت خواجہ محمود شیخ راجن	۲۲ صفر	پیرانپٹن، احمد آباد
☆ حضرت خواجہ شیخ علاؤالدین لاہوری بنگالی۔	یکم رجب ۸۰۰ھ	ندوہ
☆ حضرت خواجہ سراج الدین	یکم جماد الاولی ۷۶۲ھ	پیرانپٹن، احمد آباد
☆ حضرت خواجہ شیخ کمال الدین علامہ	۲۷ شوال المکرم ۷۵۶ھ	دہلی
☆ حضرت خواجہ شیخ نصیر الدین چراغ دہلوی اَوَدھی	۱۳ رمضان ۷۵۷ھ	دہلی
☆ حضرت سلطان المشائخ محبوب الٰہی خواجہ نظام الدین اولیاء	۱۷ ربیع الثانی ۷۲۵ھ	دہلی
☆ حضرت خواجہ فرید الدین مسعود گنج شکر اجودھوی	۵ محرم الحرام ۶۶۸ھ	پاک پتن
☆ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی اوشی	۱۴ ربیع الاول ۶۳۴ھ	مہرولی، دہلی
☆ حضرت خواجہ معین الدین حسن سنجری اجمیری	۶ رجب ۶۳۳ھ	اجمیر شریف

اسماء گرامی	وصال	مزار
☆ حضرت خواجہ عثمان ہارونی	۵ شوال المکرم ۶۱۷ھ	مکہ معظمہ
☆ حضرت خواجہ مخدوم حاجی شریف زندنی	۱۳ رجب ۶۱۲ھ	زندنہ
☆ حضرت خواجہ قطب الدین مودود الحق	یکم رجب ۵۲۷ھ	چشت
☆ حضرت خواجہ ناصر الدین ابو یوسف الحسنی و الحسینی	۳ رجب ۴۵۹ھ	چشت
☆ حضرت خواجہ ابو محمد بن احمد ابدال چشتی	یکم رجب ۴۱۱ھ	چشت
☆ خواجہ خواجگان حضرت ابو احمد ابدال چشتی	۳ جمادی الآخر ۳۵۵ھ	چشت
☆ سر سلسلہ چشتیاں حضرت خواجہ ابو اسحاق شامی	۱۴ ربیع الاول ۳۲۹ھ	عکہ، شام
☆ حضرت خواجہ ممشاد علو دینوری	۱۸ محرم الحرام ۲۹۸ھ	دینور
☆ حضرت خواجہ امین الدین ابو ھبیرہ بصری	۷ شوال المکرم ۲۸۷ھ	بصرہ
☆ حضرت خواجہ سید بدرالدین حذیفہ مرعشی	۲۵ شوال المکرم ۲۷۶ھ	مرعش

اسماء گرامی	وصال	مزار
☆ حضرت خواجہ سلطان ابراہیم ادھم بلخی	۲۸ جمادی الاول ۲۶۷ھ	شام
☆ حضرت خواجہ فضیل بن عیاض	۳ ربیع الاول ۱۸۰ھ	مکہ معظمہ
☆ حضرت خواجہ عبدالواحد بن زید	۲۷ صفر المظفر ۱۷۷ھ	بصرہ
☆ حضرت خواجہ حسن بصری	۴ محرم الحرام ۱۱۰ھ	بصرہ
☆ حضرت امام المتقین امیر المومنین علی بن ابی طالب	۲۱ رمضان المبارک ۴۰ھ	
☆ حضرت سید المرسلین محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ ﷺ	۱۲ ربیع الاول ۱۱ھ	مدینہ منورہ

رحمهم الله تعالیٰ علیهم اجمعین

شجرہ طریقت سلسلہ سہروردیہ

اسماء گرامی	وصال	مزار
☆ حضرت خواجہ شیخ احمد سرہندی		
☆ حضرت خواجہ شیخ عبدالاحد گنگوہی	۱۷ رجب ۱۰۰۷ھ	گنگوہ
☆ حضرت خواجہ شیخ رکن الدین گنگوہی	۴ شوال المکرم ۹۸۳ھ	گنگوہ
☆ حضرت مخدوم عبدالقدوس گنگوہی	۲۳ جمادی الاولیٰ ۹۴۵ھ	گنگوہ
☆ حضرت مخدوم شیخ مخدوم برہان الدین عرف شیخ درویش بن محمد قاسم اودھی	۲۲ صفر المظفر	اودھ
☆ حضرت مخدوم شیخ مخدوم بڈھن بہرائچی	۸ شوال المکرم ۸۸۰ھ	بہرائچ، یو۔پی، بھارت
☆ حضرت مخدوم شیخ سید اجمل بہرائچی	۲۷ رمضان المبارک ۸۶۴ھ	بہرائچ، یو۔پی، بھارت
☆ حضرت مخدوم جہانیاں سید جلال الدین بخاری اوچی	۱۰ ذی الحجہ ۷۸۵ھ	اوچ
☆ حضرت مخدوم شیخ رکن الدین ابوالفتح ملتانی	۱۰ رجب المرجب ۷۳۵ھ	ملتان

اسماء گرامی	وصال	مزار
☆ حضرت مخدوم شیخ صدر الدین عارف ملتانی	۲۴ ذی الحجہ ۶۸۴ھ	ملتان
☆ حضرت بہاؤ الحق مخدوم شیخ بہاؤالدین زکریا ملتانی	۷ صفر المظفر ۶۶۱ھ	ملتان
☆ امام الطریقہ شیخ الشائخ ابو حفص حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی	۱۴ محرم الحرام ۶۳۲ھ	بغداد
☆ حضرت شیخ ابو النجیب ضیاء الدین عبدالقاہر سہروردی	۱۳ جمادی الثانی	بغداد
☆ حضرت شیخ احمد غزالی طوسی	۵۱۷ھ	طوس خراساں
☆ حضرت شیخ ابوبکر عبداللہ نساج	۴۸۷ھ	طوس خراساں
☆ حضرت شیخ ابو القاسم گرگانی	۲۳ صفر المظفر ۴۵۰ھ	گرگان، ایران
☆ حضرت شیخ الحرمین ابو عثمان سعید بن سلام مغربی	۹ شوال المکرم ۳۷۳ھ	نیشاپور، ایران
☆ حضرت شیخ ابو علی کاتب حسن بن احمد مصری	۱۱ شعبان المعظم ۳۷۶ھ	مصر
☆ حضرت شیخ احمد بن محمد ابو علی رودباری	۲ شوال المکرم ۳۲۱ھ	مصر
☆ سید الطائفہ حضرت ابو القاسم جنید بغدادی	۲۷ رجب المرجب ۲۹۷ھ	بغداد☆

☆ ماخوذ از شجرہ مصطفائیہ، مطبوعہ ادارہ المصطفیٰ گنج بخش، حیدرآباد

واہ زاہد خوش اوقات مستانہ

-----۱۹۹۹ء-----

حضرت صاحبزادہ قاری غلام محی الدین نقشبندی قادری اوائل عمری سے ہی "جناب مستانہ" کے لقب سے معروف و مشہور ہیں۔ دوست و احباب، مریدین و متوسلین سب ہی "جناب مستانہ" کے نام سے آپ کو یاد کرتے۔

نہ معلوم، اس کا کیا سبب تھا؟ شاید آپ کی نرم رفتار، نرم گفتار، نرم روش کو دیکھ کر آپ کا یہ لقب ٹھہرا۔ جہاں تک معلوم ہوتا ہے آپ خود اس لقب کو بُرا محسوس نہ فرماتے۔

حالانکہ ہمارے معاشرہ میں، بالخصوص علمی خانوادوں میں، روحانیت والوں کے گھروں میں، معاشرتی لحاظ سے معزز خاندانوں میں یہ لقب باعث اعزاز شمار نہیں کیا جاتا ہے۔

اس کے باوجود حضرت موصوف اس لقب پر برافروختہ نہ ہوتے۔ بلکہ نہاں خانہ دل میں مسرت محسوس کرتے۔

یہ تو نہیں دیکھا گیا نہ سنا گیا کہ آپ نے کبھی ایسا کہنے کا مطالبہ یا خواہش ظاہر کی ہو۔ شاید ایسا کرنا آپ کے منصب عالی

کے مناسب بھی نہ تھا۔

جہاں تک اس فقیر بے نوا فقیر قادری عفی عنہ کی معلومات ہیں (والعلم عند اللہ العزیز) یہ لقب آپ کی باطنی کیفیات کا مظہر اور عکاس ہے۔

آپ سچے عاشق صادق، فنافی الشیخ، فنافی الرسول اور فنافی اللہ کی منازل طے کر چکے تھے اور بادۂ الست سے مست تھے۔ دنیوی جاہ و منزلت، دنیوی عزت و وقار، فانی منصب و اقتدار، خالی جبہ و دستار کے آپ محتاج نہ تھے اور نہ ہی اس کے طالب۔

آپ کو اگر کوئی غرض تھی تو صرف اتنی کہ میرا خالق و مالک رب تعالیٰ جل مجدہ الکریم، میرا آقا و مولیٰ رسول کریم ﷺ اور میرا شیخ طریقت مجھ پر راضی رہیں۔ اس رضاجوئی کے لیئے آپ ہر قربانی کے لیئے تیار رہتے۔ شریعت مقدسہ کی سربلندی آپ کی زندگی کا مطمحِ نظر تھا۔ منازل طریقت کا حصول آپ کا مدعی و مقصود تھا۔

ظاہر ہے اس جگمگاتی دنیا میں یہ طلب ایک دیوانہ و مستانہ کا کام ہی ہو سکتا ہے۔ مگر اپنی اس طلب و مراد کے حصول میں آپ

مست رہے۔ دنیوی اعزاز و اکرام کو آپ نے پس پشت ڈال رکھا تھا۔ یہ الگ بات ہے کہ آقا و مولیٰ محبوب کریم ﷺ کے صدقہ آپ کو یہ سب کچھ عطا ہوا۔ بلکہ وہ کچھ ملا کہ آپ کے معاصرین بھی اس پر رشک کرتے ہیں۔

حبِ خدا و حبِ مصطفیٰ (جل وعلا و علیہ التحیۃ والثناء) کی مستی نے آپ کے قلب و نظر کو ایسا آراستہ و پیراستہ کیا کہ ظاہر و باطن میں اس کی مستی چھا گئی۔ آپ کا ظاہر باطن کی برہان بنا۔ مسلمہ اصول کے تحت باطن کا عکس ظاہر پر پڑا۔

محبوب کی محبت کے جلوے ظاہر میں بھی نظر آنے لگے۔ قد و قامت پر، رفتار و گفتار پر، روش و کردار پر، چلنے پھرنے پر، اٹھنے بیٹھنے پر، چال ڈھال پر، غرض بال بال پر بادۂ الست کی ایسی مستی چھائی کہ دیکھنے والوں نے، پاس بیٹھنے والوں نے، دوست و احباب نے، مریدین و متوسلین نے بیک زبان کہا:

"جناب مستانہ صاحب"

ہم ایسے ظاہر بیوں کو شاید حقیقتِ حال کا علم نہ ہو گا کہ ہماری زبان نے "جناب مستانہ صاحب" کا لقب کیوں اختیار کیا

ہے؟ مگر خدائی فیصلے کچھ ایسے ہی ہوتے ہیں۔

حدیث شریف میں وارد ہے:

مَن اَثنَیتُم عَلَیہِ خَیراً وَ جَبَت لَه الجَنَّةَ وَ مَن اَثنَیتُم عَلَیہِ شَرًّا وَجَبَت لَه النَّارُ، اَنتُم شُہَدُ آءُ اللہ فِی الاَرضِ[1]

علامہ عبدالرؤف المناوی نے جامع صغیر کی شرح میں اس حدیث کے ضمن میں ارشاد فرمایا:

عُدُول'' بِتَعدِیلِ اللہِ قَبِّلَ اللہ

شَہَادَۃصَالِحِ اَو فَاسِدِ

حدیث شریف اور اس کی شرح کا سادہ مفہوم یہ ہے:

''زبانِ خلق کو نقارہ خدا سمجھو''

حضرت مستانہ صاحب کی زندگی کے لیل و نہار، نشیب و فراز کا لمحہ لمحہ، شعوری و غیر شعوری طور پر شریعت و طریقت کے تقاضے پورا کرتا تھا۔

ا۔ رواه البخاری و مسلم و الامام احمد و النسائی عن انس و نحوه رواه الترمذی و ابن ماجه و ابن حبان عن ابی هریرة و نحوه طبرانی عن سلمه بن اکوع
بحوالہ کنز العمال -١٥: ٤٢٧٠٥، ٤٢٧٠٦، ٤٢٧٠٧، ٤٢٧٠٨ جامع صغیر ١: ١٨٧

اس سلسلہ میں اس کتاب کا تعلیمات کا باب پڑھنے سے حقیقت منکشف ہو جائے گی۔ اس مقام میں چند مثالیں ان کی زندگی سے پیش کر رہا ہوں۔

☆ اپنے ایک خواب کو بیان کرتے ہیں :

''عرس شریف کی محفل لگی ہوئی ہے۔ جناب باوا جی صاحب (حضرت قاری محمد فیروز علی سلطان) رحمۃ اللہ علیہ تشریف فرما ہیں۔ خوب ذکر ہو رہا ہے۔ حبیب سلطان، عبدالعزیز اور دیگر بہت سے آدمی ہیں۔ ذکر ختم ہوا۔ دعا کا وقت آیا تو باوا جی صاحب مجھے حکم فرماتے ہیں کہ تم دعا کرو۔ میں نے دعا کے لیئے ہاتھ اٹھائے اور یہ دعا کر رہا ہوں :

اَللّٰهُمَّ نَوِّر ظَوَاهِرَ نَا بِطَاعَتِكَ وَقُلُوبَنَا بِمَحَبَّتِكَ وَ اَسرَارَنَا بِاِتِّصَالِ حَضرَتِكَ يَا ذَا الجَلَالِ وَالاِكرَامِ بَيدِكَ الخَيرُ وَاِنَّكَ عَلَى كُلِّ شَيءٍ قَدِير'' ☆

یہاں تک پہنچا، ادھر گھڑی میں الارم بول پڑا۔

آنکھ کھل گئی۔ الحمد للله۔ رات بڑی پیاری اور برکت والی گذری۔ اللہ تعالیٰ دونوں بزرگوں کے درجات میں اور بلندی فرمائے اور ان کی نظر کرم ہماری طرف مبذول رکھے۔ آمین۔

ذرا اس خواب میں مانگی ہوئی دعا کے کلمات پر دھیان رکھیں۔ یہ دعا اہل اللہ کے نصیب میں ہی آسکتی ہے۔ حضرت مستانہ صاحب جب بھی خدا سے مانگتے، خدا ہی کو مانگتے۔ اپنے ظاہر کی طہارت اور باطن کو اتصالِ حضرتِ الٰہی کے انوار سے مزین کرنے کی دعا مانگتے۔

دعا کی بات چل نکلی ہے۔ اس سلسلہ میں آپ ہمیشہ یہ دعا مانگتے :

اَللّٰھُمَّ اَصلِح احوَالَنَا وَ اَحوَالَ اَھلِنَا
وَاَحوَالَ اُمَّۃِ سَیِّدِ نَا مُحَمدٍ ﷺ

ترجمہ : اے اللہ ہمارے احوال کی اصلاح فرما۔ ہمارے اہل خانہ کے احوال کی اصلاح فرما۔ ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی امت کے احوال کی اصلاح

فرما۔

ہم ایسے دنیاداروں کی بیداری اور خواب طلب دنیاؤوں تک ہی محدود رہتی ہے۔ مگر حضرت مستانہ صاحب کی نگاہ میں محبوب آقا تک رسائی ہی منزل ٹھہری۔ خلوت و جلوت میں اسی کا تذکرہ ہوتا اور اگر خواب آتی تو اسی نوعیت کی۔

☆ آپ اپنا ایک خواب یوں قلم بند فرماتے ہیں :

"آج (۱۲ ربیع الاول ۱۴۱۶ھ / ۱۹ اگست ۱۹۹۵ء) صبح شیرازی بادشاہ رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت ہوئی۔ آپ سلسلہ چشتیہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ درمیانہ قد اور پتلا وجود ہے۔ سفید لباس زیب تن ہے۔ میں نے دست بوسی کی اور عرض کیا کہ حضور! آپ نبی کریم ﷺ تک میرا اسلام پہنچا دیں گے؟ فرمایا: پہنچادوں گا۔ تم اس وقت چلے جاؤ۔

میں کلمے شریف کا ذکر جہر کے ساتھ کرتا ہوا چلا تو چند قدموں کے بعد آنکھ کھل گئی۔

بود در جہاں ہر کسے را خیالے
مرا از ہمہ خوش خیالے محمد

جمالِ بارگاہ قدس کے طالب جناب مستانہ صاحب نے

خوشتر آں باشد کہ سرِ دلبراں
گفتہ آید در حدیث دیگراں

کے انداز میں اپنے وصالِ تقرب الٰہی کو یوں بیان فرمایا:

"جب تک طرفین میں مناسبت نہ ہو اس وقت تک تقرب نہیں ہوتا۔ پس وہ نورِ محض اور لطیف...... اور یہ ظلمانی اور کثیف...... باہم کیونکر ارتباط ہو؟

پس جب انسان اپنی روح کو منور کرتا ہے اور ملکیت غالب ہو جاتی ہے تو ظلمانیت، تاریکیت اور ہیولانیت دور ہو جاتی ہے، تو انوارِ عالم قدس اس پر اس طرح پڑنے لگتے ہیں جس طرح آئینہ میں عکسِ آفتاب۔

پھر یہ شخص بارگاہِ قدس اور انجمنِ اُنس میں باریاب جمالِ باکمال سے فیض یاب ہوتا ہے۔

پس اس طریق کو خدا تعالیٰ نے سورہ فاتحہ شریف میں نہایت لطف کے ساتھ بیان فرمایا ہے۔

جب تک روح کو صفائی نہیں تب تک رسائی نہیں۔"

گرائے زاہتہ دعائے خیر میخواہی مرا ایں گو
کہ ایں آوارئہ کوئے بتاں آوارہ نہ بادا [۲]
(امیر خسرو)

مندرجہ بالا اقتباس کو پھر پڑھیئے اور بار بار پڑھیئے۔ ہر بار نیا لطف آئے گا اور بین السطور پر جناب مستانہ کی صفائی باطن، شیفتگی، سپردگی کی کیفیات آسانی سے پڑھی جا سکتی ہیں۔ جناب مستانہ اپنے احباب، مریدین اور اہل خانہ میں رہتے ہوئے بھی واصل باللہ رہے۔

کہتے ہیں کہ مجاز حقیقت کا راہ نما ہوتا ہے اگر یہ بات سچ ہے تو محبوب مجازی کے جمال کے آئینہ میں جمالِ قدس اور کمالِ اقدس کا مشاہدہ کیا جا سکتا ہے۔ حضرت مستانہ نے حضرت سلطان العارفین سلطان باہو (رحمہا اللہ تعالیٰ) کی زبان میں اپنی کیفیت یوں بیان فرمائی ؎

طالب غوث الاعظم والے شالا کدی نہ ہوون ماندے ھو
جیہڑے اندر عشق دی رتی سدا رہن کر لاندے ھو
جنہوں شوق ملن دا ہووے لے خوشیاں نت آندے ھو
دوہیں جہاں نصیب تنہا دے باہو جہڑے ذاتی اسم کماندے ھو

۲۔ ماخوذ از خودنوشت حضرت مستانہ صاحب

تارہا زلفش چو دیدم مارہا
پارہا گشتم دلم چوں پارہا
(میں نے محبوب کی زلف کو تار تار دیکھا جیسے سانپ،
میرا دل بھی اس کے پاروں کی طرح ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا)
دَم زدن در راہ عشق یار نیست
پارہ شو در راہ او صد پارہا

مضمون ہذا کی تحریر کے بعد حضرت خواجہ غلام محی الدین رحمۃ اللہ علیہ کے بعض مکتوبات نظر نواز ہوئے جو آپ نے اپنے مخلص احباب کو لکھے' اس میں آپ نے اپنا نام لکھنے کی بجائے صرف ''مستانہ'' لکھا۔ جو ان حضرات سے آپ کی بے تکلفی پر دلالت کرتا ہے۔

حضرت مستانہ صاحب کے برادر اصغر حضرت پیر حبیب سلطان صاحب بیان فرماتے ہیں کہ حضرت والد صاحب کے ہاں جب دو صاحبزادیاں پیدا ہوئیں تو والدہ ماجدہ علیہا الرحمہ نے حضور باوا جی صاحب موہڑہ شریف کے حضور اولاد نرینہ کے لیئے استدعا کی۔

حضور باوا جی صاحب علیہ الرحمہ نے فرمایا آپ کی گود میں

میں ''مستانہ'' کو کھیلتا دیکھ رہا ہوں۔ لیکن کچھ وقت بعد ہماری تیسری بہن پیدا ہوئی تو بظاہر حضور باواجی علیہ الرحمہ کا ارشاد ظہور پذیر نہ ہو سکا۔ لیکن بعد ازاں حضرت مستانہ پیدا ہوئے تو حضور باواجی علیہ الرحمہ کا ارشاد پورا ہوا۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جناب مستانہ کا مستانہ نام حضور باواجی موہڑوی علیہ الرحمہ کا عطا کردہ ہے اور آپ کی ولادت حضور باواجی علیہ الرحمہ کی کرامت کا ظہور ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆

احباب طریقت کے ہاں محافل ذکرو فکر کی بڑی اہمیت ہوتی ہے۔آپ کے خاندان میں ہفتہ وار محفل ذکر اور سال میں عرس شریف کی محفل دو مرتبہ منعقد ہوتی ہے۔ ہفتہ وار محفل عموماً بعد نمازِ جمعہ منعقد ہوتی ہے۔ جس میں سلسلہ شریفہ نقشبندیہ قادریہ کے اوراد پڑھے جاتے ہیں۔ ختم خواجگان، شجرہ شریف اور حلقہ ذکر ہوتا ہے۔

اس کے علاوہ سالانہ عرس شریف سال میں دو مرتبہ منعقد ہوتا ہے۔ (۱۵ مارچ اور ۱۵ ستمبر) عرس کی محفل میں تلاوت، نعت خوانی، وعظ و تذکیر کے علاوہ ختم خواجگان، اوراد، حلقہ ذکر اور شجرہ شریف کو خاص اہمیت حاصل ہوتی ہے۔

ان محافل میں شریعت مطہرہ کی پاسداری پوری پابندی کے ساتھ کی جاتی ہے۔ نماز پنجگانہ باجماعت کی تلقین خاص طور پر ہوتی ہے۔ حاضرین میں حسبِ معمول نظامِ خانقاہی لنگر تقسیم

ہوتا ہے۔ جس کا اہتمام حضرت خواجہ غلام محی الدین رحمۃ اللہ علیہ اپنی طرف سے فرماتے۔

عرس شریف میں بعد نماز مغرب ختم خواجگان شریف اور بعد نماز تہجد محفل ذکر پر خصوصی توجہ دی جاتی ہے۔ کلمہ شریف اور اسم ذات اللہ ھو کا ذکر دلوں سے زنگ اتارنے میں اکسیر کا کام کرتا ہے۔ مل کر ذکر کرنے میں جو لطف پیدا ہوتا ہے وہ الفاظ کے قالب میں نہیں سما سکتا۔

جہاں تک حضرت خواجہ قاری غلام محی الدین رحمۃ اللہ علیہ کے ذاتی وظائف کا تعلق ہے۔ اس کی مکمل تفصیل تو معلوم نہیں کہ اوراد و اشغال بالعموم شیخ طریقت اور مرید کے درمیان کا معاملہ ہوتا ہے۔ اس پر اطلاع ہر کسی کے لیئے ممکن نہیں ہوتی۔

تاہم جو کچھ دیکھا گیا اور مشاہدہ کیا گیا اس میں نوافل تہجد، اشراق، چاشت، اوابین، صلوۃ التسبیح، قرآن مجید کی تلاوت، دلائل الخیرات، قصیدہ غوثیہ شریف معہ شرح فارسی منظوم از امام احمد رضا محدث بریلوی، شجرہ طریقت وغیرہ اوراد شامل ہیں۔

ان اوراد و اشغال میں ناغہ بر داشت نہ تھا۔ سفر و خضر میں، صحت و علالت میں یہ معمولات پابندی وقت کے ساتھ ادا فرماتے۔

علالت کے آخری ایام میں جب ڈاکٹر نے ہر قسم کی حرکت پر پابندی لگا دی تھی مگر آپ نے عبادات، نوافل اور اوراد کی ادائیگی میں پابندی قبول نہ کی۔ معمولات حتیٰ کہ تہجد وغیرہ میں بھی ناغہ بر داشت نہ تھا۔

شدید علالت میں جب حرکت کرنا بھی دشوار تھا۔ دلائل الخیرات شریف وغیرہ اوراد مولانا مفتی محمد علیم الدین مجددی سے پڑھوا کر سن لیں۔ تاکہ معمول میں ناغہ نہ ہو۔

نماز باجماعت پابندی سے ادا فرماتے۔ بیماری کے ایام میں بھی جماعت کا اہتمام فرمالیتے۔ نماز جمعہ کا خطبہ اور خطبہ سے پہلے وعظ و تذکیر کا معمول تھا۔

وعظ و تذکیر میں قرآن مجید کی آیت ایک یا زیادہ تلاوت فرماتے۔ ترجمہ کنز الایمان سے بیان فرماتے۔ آیت سے متعلق احادیث، احکام شرعیہ اور اولیاء اللہ کی حکایات بطور

تذکیر سناتے۔ وعظ کے لیئے باقاعدہ تیاری فرماتے۔ وعظ کو ایک کاغذ یا بیاض میں درج فرما لیتے۔

جمع شدہ وعظ کے اشارات ایک خاص دستاویز ہے۔ جس سے کسی آئندہ ایڈیشن میں استفادہ کیا جائے گا۔

اپنے والد ماجد حضرت باواجی قاری محمد فیروز علی سلطان رحمۃ اللہ علیہ کے مریدین و خلفاء اور اپنے مریدین و متوسلین کے ہاں بھی تشریف لے جاتے۔ ان کے ہاں بھی حلقہ ذکر منعقد ہوتا۔

آپ ان محافل میں اپنی حاضری کو یقینی بناتے۔ یہ معمول ایسا پختہ تھا کہ آپ کا وصال بھی اسی نوعیت کی ایک محفل منعقدہ کوٹ بھائی خاں ضلع سرگودہا میں ہوا۔

ان دنوں آپ عارضہ قلب سے علیل تھے۔ معالج نے سفر بلکہ حرکت سے منع کر رکھا تھا۔ اس کے باوجود آپ نے اپنا معمول پورا کر کے استقامت کی اعلیٰ مثال قائم فرمادی۔

☆☆☆☆☆☆

عادات

حضرت مستانہ علیہ الرحمہ کی عادات مبارکہ سنت نبوی علی صاحبہا افضل الصلوۃ واکمل التسلیم کا عکس جمیل تھیں۔ خلوت و جلوت میں بلا تکلف سنت نبوی کی اتباع فرماتے۔ ایسا محسوس ہوتا تھا کہ اللہ کریم جل مجدہ نے آپ کی طبیعت میں اتباع سنت کا ملکہ راسخہ فرما دیا تھا۔ جس سے بلا تکلف آپ کی عادات میں حُسن سنت جلوہ گر تھا۔

گفتار، رفتار، کردار میں حلم و بردباری، مخلوق سے معاملات، میل جول، لین دین، شفقت، رحمت، صلہ رحمی، اکابر کا حد درجہ احترام و اعزاز، اصاغر پر شفقت، غم زدوں کی حوصلہ افزائی، نوجوانوں کو بہتر تعلیم کی ترغیب، اعزہ و اقارب کی غمی و خوشی میں شرکت، مریدین کی اولاد کی طرح تربیت، اولاد کو اپنے اکابر کی روایات کا امین بنانے کا عملِ تربیت، ذاتی زندگی میں سادگی، وضعداری، وفاداری، اور اس نوعیت کی دیگر محبوب عادات آپ کی زندگی میں نمایاں تھیں۔

سفر زندگی کے عادات کو نکھار دیتا ہے۔ سفر میں رہنے

والوں کی عادات ہم نشینوں پر واضح ہوتی ہیں۔ سفر تکلفات کے پردوں کو سلامت نہیں رہنے دیتا۔

حضرت مستانہ صاحب نے اعزہ و اقارب کے ہاں آنے جانے کے علاوہ دور و نزدیک کے مریدین و متوسلین اور اپنے والد گرامی کے مریدین کے ہاں آنے جانے کا سلسلہ شروع رکھا۔ کئی کئی روز حالت سفر میں رہتے۔ ظاہر ہے آپ کے ہم نشین آپ کی عادات سے خوب واقف تھے۔

پھر ملازمت کے سلسلے میں بھی آپ کو گھر سے باہر زندگی گزارنے کا موقع ملا۔ جہاں جہاں آپ نے قیام فرمایا اس علاقہ کے عوام الناس سے اس طرح ہمدردی فرمائی کہ وہ لوگ آپ کے گرویدہ ہو گئے اور بہت سے خوش نصیب حضرات نے اپنا تعلق ارادت آپ سے مربوط کر لیا۔

یہ امر آپ کے اعلیٰ اخلاق کی عمدہ دلیل ہے۔ جو لوگ آپ سے ایک مرتبہ آشنا ہوئے زندگی بھر وہ قریب سے قریب تر ہوتے گئے۔ ظاہر و باطن کی یکسانیت، اخلاص، محبت' بردباری اور خیر خواہی کے جذبہ نے آپ کو اپنے معاصرین میں ممتاز کر

دیا۔

جن حضرات سے کسی وقت شناسائی ہوئی زندگی بھر ان سے تعلقات کی نوعیت گہری ہوتی رہی' یہاں تک آپ کو گھریلو معاملات اور نجی تعلقات میں بھی شامل رکھنا لازمی سمجھا جاتا۔

حضرت مستانہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی میں ٹھہراؤ تھا۔ بردباری تھی۔ تحمل کی شان تو سمندر کی وسعت اور گہرائی سے گہری مماثلت رکھتی تھی۔ ناگواری کی کیفیت کا احساس تک نہ ہونے دیتے۔ بہت ہی کم مرتبہ آپ کے جذبات کا اظہار ہوتا۔ اکثر و بیشتر اپنے جذبات پر قابو رکھتے۔

عالی ظرفی اور خود اعتمادی کا یہ عالم تھا کہ اپنے واردات قلبی اور روحانی ترقی کی منازل کو کسی انداز سے ظاہر نہ ہونے دیتے۔ جب کبھی اس موضوع پر بات ہوتی تو احسن پیرائے میں حدیث دیگران کا عنوان دے کر اپنے آپ چھپا رکھتے۔ بہت کم لوگ آپ کے مقامات علیہ روحانیہ سے واقف ہوں گے۔

لیکن خدائی فیصلے اٹل ہوتے ہیں۔ جو خدا کا ہو رہتا ہے خدا اسی کا ہوتا ہے۔ اگرچہ حضرت مستانہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے

زندگی بھر اپنے آپ کو خِفا میں رکھا مگر آپ کے وصال کی برکات اور انوار نے اس حقیقت کو کھول دیا۔ چشم بینا رکھنے والوں نے آپ کے وصال کی تجلیات کو دیکھ کر آپ کے مقام علا کو دیکھ لیا۔

حضرت مستانہ صاحب کا لباس سادہ ہوتا۔ لباس میں امتیاز اور شہرت سے ہمیشہ دور رہتے۔ کُرتا، شلوار، عمامہ مع ٹوپی اور سفید چادر لباس کا حصہ رہا۔ سردیوں میں شیروانی اور واسکٹ بھی استعمال کرتے۔ گرم اونی چادر ضرورت کے وقت استعمال کرتے۔

لباس عموماً سفید رنگ کا ہوتا مگر بے تکلفی سے ہلکے رنگ کا کپڑا استعمال فرما لیتے۔ عمامہ کی بندش بہت عمدہ اور نفیس تھی۔ جس سے اپنے مشائخ طریقت کا رنگ نمایاں ہوتا۔

کھانا سادہ تناول فرماتے۔ روٹی سالن معمولی غذا تھی۔ شوربا اور سبزی مرغوب غذا تھی۔ چائے بھی نوش فرما لیتے۔ جو کھانا سامنے آتا بلا تکلف استعمال فرما لیتے۔ کھانے میں کبھی نقص نہ نکالا۔

نماز باجماعت پابندی سے ادا فرماتے۔ یہاں تک ایام

علالت میں بھی جماعت کا اہتمام فرما لیتے۔آپ کی یہ عادت ایسی پختہ تھی کہ زندگی کی آخری نماز بھی جماعت سے ادا فرمائی۔آپ کی یہ وہ استقامت علی الشریعت ہے جس کا مقام حِسی کرامت سے بڑھ کر ہے۔ ذلك فضل الله يوتيه من يشاء

والله ذوالفضل العظيم

حِسی کرامت کا ظہور اگرچہ ولایت کی علامات وآثار سے ہے مگر یہ علامت صرف مبتدی حضرات کے لیئے ہے۔ اصل کرامت استقامت علی الطریقہ ہے۔ جو منتہی حضرات کا نصیبہ ہے۔

حضرت مستانہ صاحب علیہ الرحمۃ کی حیات میں تلاش کرنے والوں کو کرامات حِسی دستیاب ہوں گی۔ مگر ارباب دانش وبینش آپ کی استقامت کو ہر لمحہ محسوس کرتے تھے۔

مہمان نوازی اور غرباً پروری حضرت مستانہ کی زندگی مبارک کا طرہ امتیاز رہا۔آپ کا مہمان بننے والوں میں علماء بھی ہیں، مشائخ عظام بھی ہیں، صوفیہ بھی ہیں۔آپ کے اعزہ و اقارب بھی ہیں۔ مریدین ومتوسلین بھی ہیں اور اجنبی بھی ہیں۔

ایک ایک وقت میں بہت سے مہمان جمع ہو جاتے۔ اکثر اوقات بغیر پروگرام کے مہمان جمع ہو جاتے۔ آپ حسب مراتب مہمانوں کی تواضع فرماتے۔ مگر کیا مجال، کہ ذرا ملال ہوتا۔ خندہ روئی سے مہمانوں کا استقبال فرماتے۔ غریب سائل کی غرباء پروری فرما کر سنت نبوی پر عمل پیرا ہوتے۔ حاجت پوری کرتے اور انہیں بامراد واپس کرتے۔

یہ منظر قابل دید اور قابلِ تقلید تھا۔ کہ بہت سے غریب خاندانوں کی کفالت اپنے ذمہ لے رکھی تھی۔ بغیر منت واحسان مندی کے سال ہا سال تک غریبوں کی معاشی کفالت فرماتے۔

بہت سے غریب خاندانوں کی کفالت یوں بھی فرماتے کہ پورا خاندان آپ کے ہاں رہ کر خورد و نوش کے اہتمام سے بے نیاز ہو جاتا۔ اور کمال تو یہ ہے کہ غریب خاندان دن بھر اپنی مزدوری کرتا اور اُجرت خود وصول کرتا۔ مگر دو وقت کا کھانا آپ کے دستر خوان سے بلا معاوضہ کھاتا۔ یہ چند دنوں تک نہ ہوتا بلکہ سال ہا سال یہ وظیفہ جاری رہتا۔

☆ ایسی کفالت کرنا ہر کسی کے بس کا روگ نہیں۔

اگر عزتِ نفس مجروح ہونے کا اندیشہ نہ ہوتا تو ان غرباء کی فہرست یہاں درج کر دیتا۔ ساتھ ہی حضرت مولانا غلام محی الدین رحمۃ اللہ علیہ کا اخلاص اس امر کی اجازت نہیں دیتا۔

جب تک اپنے مولد وریںہ شریف میں مقیم رہے سال میں دو مرتبہ عرس کے موقعہ پر اوراد و اشغال سلسلہ شریفہ اور ذکر و افکار کے علاوہ محفل وعظ بھی منعقد ہوتی۔ اس محفل ذکر میں علماء کو وعظ کرنے کی دعوت دی جاتی۔ آپ خود بھی وعظ فرماتے۔

جب رہائش سرائے عالم گیر میں منتقل کی اور ہیڈ رسول کو خانقاہ بنالیا تو یہ سلسلہ وہاں شروع کیا۔ حسب روایات سابقہ ہیڈ رسول میں عرس کی سالانہ دو مرتبہ (۱۵ مارچ اور ۱۵ ستمبر) محفل منعقد فرماتے۔ جس میں خود بھی وعظ فرماتے اور جیّد علماء اور خطباً کو دعوت دے کر وعظ کراتے۔

اس دعوت و ارشاد اور دینی تربیت کا خوب اہتمام ہوتا۔ عقائد کی پختگی کے ساتھ اعمال کی اصلاح ہوتی۔

علاوہ ازیں آپ اپنے زیر اثر ماحول میں بالعموم اور پرانی

جہلم میں بالخصوص (جہاں آپ خطبہ جمعہ ادا فرماتے) معراج النبی ﷺ کے موقعہ پر بہت بڑا تبلیغی و روحانی جلسہ کا اہتمام فرماتے۔ ملک بھر سے جیّد علماء اور مشائخ عظام کو دعوتِ خطاب دی جاتی۔

ان جلسوں کا اثر یہ ہوا کہ ان مواضعات میں' عقائد میں پختگی اور اعمال میں اصلاح کا جذبہ بیدار ہوا۔ بحمدہ تعالیٰ آپ کی یہ خاموش تحریک بارآور ہوئی۔

دور و نزدیک اپنے مریدین و متوسلین کے ہاں اُن کی دعوت پر تشریف لے جاتے اور وہاں حلقہ احباب و مریدین میں وعظ فرماتے۔ آپ کا یہ دستور ایسا پختہ تھا کہ آپ کا وصال موضع کوٹ بھائی خاں ضلع سرگودہا میں ہوا' اس وقت آپ وہاں مریدین کی دعوت پر خطاب فرمانے کے لیئے تشریف لے گئے۔ حالانکہ معالجین نے شدید علالت کے پیشِ نظر آپ کے سفر پر پابندی لگا رکھی تھی۔

☆ اسلامی کردار کی تعمیر و تشکیل میں مسجد، مدرسہ اور خانقاہ کے کردار کی اہمیت سے کون واقف نہیں؟ یہ مراکز جس طرح متوازن مضبوط اور منظم ہوں گے اسلامی کردار کی جھلک

زندگیوں میں نمایاں ہو گی۔ حضرت صاحبزادہ غلام محی الدین رحمۃ اللہ علیہ اس حقیقت سے آگاہ تھے۔

خانقاہی نظام تو آپ کو وراثت میں ملا۔ اس کے ساتھ آپ نے متعدد نئی مساجد کی تعمیر شروع کی۔ پہلے سے بنی ہوئی مساجد کے نظام کو بہتر کیا۔

مدارس اہل سنت کی ترقی میں آپ نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ اپنے احباب، مریدین اور متوسلین کو مساجد اور مدارس کی تعمیر و ترقی کی طرف متوجہ کیا۔ پرانی جہلم کی سابقہ مسجد کو آراستہ کیا۔ مسجد مصطفائی اور مسجد گلزار مدینہ کی بنیاد رکھی اور انہیں تکمیل کے مراحل کے قریب کیا۔

ہیڈ رسول میں خانقاہ سے ملحق ایک عظیم الشان جامع مسجد کی بنیاد رکھی۔ آج یہ مسجدیں نمازیوں سے آباد ہیں۔ جمعہ اور پنجگانہ نمازوں کے علاوہ عرس شریف اور ذکر و اذکار کی محافل یہیں منعقد ہوتی ہیں۔

مرکزی دار العلوم جامعہ حنفیہ رضویہ، جی ٹی روڈ سرائے عالم گیر کی ترقی میں ہر وقت کوشاں رہتے۔ دار العلوم کی مجلس

شوریٰ کے آپ اہم رکن تھے۔ مالی تعاون میں آپ کا کردار مثالی تھا۔

خطیب الاسلام صاحبزادہ مولانا مفتی محمد حبیب اللہ نعیمی خطیب و مہتمم دارالعلوم جامعہ حنفیہ رضویہ سرائے عالم گیر آپ کی ذات پر بھرپور اعتماد رکھتے تھے۔ تدریسی، تبلیغی، تعلیمی خدمات میں ان کی رائے ہمیشہ ترقی کا باعث رہی۔

حضرت مستانہ صاحب علیہ الرحمہ علماء اہل سنت کی خدمات دینیہ کے قدردان تھے۔ اپنی صحبت میں بیٹھنے والوں کو اس امر کا ہمیشہ احساس دلاتے۔ علماء کی خدمات دینیہ کو واضح طور پر بیان فرماتے' خلوت و جلوت میں ان کا ذکرِ خیر محبت سے فرماتے۔

خطیب الاسلام صاحبزادہ. مولانا مفتی محمد حبیب اللہ نعیمی مدظلہ کا ذکر بالخصوص فرماتے۔ ان کے بارے میں اکثر و بیشتر فرمایا کرتے کہ ہمارے علاقہ میں آپ کی خدمات بے مثال ہیں۔ اہل سنت کا غلبہ آپ کے دم قدم سے ہے۔

حضرت صاحبزادہ مولانا قاری غلام محی الدین علیہ الرحمہ اپنے آقا و مولیٰ ﷺ کی سنتوں کے شیدائی تھے۔ حتی الامکان تمام

سنتوں پر عمل فرماتے۔ رمضان المبارک میں اعتکاف پابندی سے ادا فرماتے۔ سرکاری اور غیر سرکاری کوئی مصروفیت آپ کے اس معمول میں رکاوٹ نہ بن سکتی تھی۔

ایک مرتبہ اپنے والد گرامی حضور باواجی علیہ الرحمہ کے مزار مقدس پر چالیس روز کا اعتکاف کیا۔ رمضان المبارک سے دس روز پہلے یہ اعتکاف شروع کیا۔ یہ اعتکاف ایک نوعیت کا چلّہ تھا۔

جناب حاجی صادق حسین پیارا نزد کھاریاں والے فقیر غفرلہ القدیر کے ہمراہ آپ سے ملاقات کے لیئے ہیڈ رسول خانقاہ شریف پر پہنچے۔ مختصر سی ملاقات میں آپ نے اپنی ریاضت کو پردہ خِفا میں رکھتے ہوئے ارشاد فرمایا:

"سفر کے دوران اگر بارش شروع ہو جائے تو سفر جاری رکھنے میں حرج نہیں اور اگر آندھی آجائے تو سفر جاری رکھنا خطرہ سے خالی نہیں ہوتا۔ آج یہ دور گناہوں کے طوفان کا دور ہے۔ ہر طرف آثام و آلام کا دور دورہ ہے۔ گناہوں سے بچنے کے لیئے یہاں خانقاہ شریف میں

آکر بیٹھ گیا ہوں"

اللہ اللہ! حقیقتِ حال کا کتنا خوبصورت تجزیہ ہے اور پھر اپنے مجاہدہ کی کتنی خوبصورت تعبیر ہے۔ کتنی کسر نفسی ہے اور سامعین و ناظرین کو کتنے عمدہ پیرائے میں اپنے مقامات واحوال سے دور رکھنے کی حسین تاویل ہے؟ اگر کوئی کم ظرف ہوتا تو کتنی لاف زنی کر کے لوگوں کو اپنی بزرگی کا قائل کرتا۔

سچ ہے بھرا برتن آواز نہیں دیتا۔

عادت مبارکہ یہ تھی کہ اکثر اولیاء اللہ کے مزارات مقدسہ پر حاضری دیتے۔ وہاں مراقبہ فرماتے۔ بعض اوقات تو کئی کئی روز وہاں قیام فرماتے۔ حضور باوا جی محمد قاسم صادق موہڑوی علیہ الرحمہ کے مزار پر اکثر حاضری رہتی۔

کوشش فرماتے کہ جس مزار پر حاضری ہوتی خاموشی اور گم نامی سے حاضری رہتی۔ اپنا تعارف نہ کرانے کی کوشش کرتے۔ اگرچہ ایسا نہ ہوتا۔ آستانہ کے خدام اور مجاورین آپ کو پہنچان لیتے۔

باوجود صاحب سجادہ ہونے کے علم دوستی اور علماء و صوفیہ

کی قدر دانی آپ کا طرہِ امتیاز رہا۔ اپنے اسلاف کی لائبریری سے استفادہ کرتے۔ نئی کتابیں خریدتے، ان کا مطالعہ فرماتے۔ اپنے فارغ اوقات میں تفسیر، حدیث، فقہ، تصوف، سیرت اور تاریخ اسلام کا مطالعہ فرماتے اور اپنے متعلقین کو مطالعہ کا ذوق دلاتے۔

فقہ اسلامی کی مستند اور عظیم کتاب بہار شریعت مصنفہ صدر الشریعہ مولانا محمد امجد علی اعظمی قدس سرہ العزیز کا درس نماز کے بعد معمول تھا۔

کشف المحجوب، منہاج العابدین، کیمیائے سعادت، احیاء علوم الدین، مکاشفۃ القلوب، شفا بتعریف حقوق المصطفیٰ، تفسیر نعیمی، تفسیر الحسنات، تفسیر ابن کثیر، مثنوی مولانا روم، قصیدہ بردہ اور ان کی شروح، سبع سنابل، فیوض غوثِ یزدانی ترجمہ الفتح الربانی، فتوح الغیب مع شرح از محقق دہلوی، مقاصد السالکین، مجموعہ صلوات الرسول، مرأت شرح مشکوٰۃ اور فتاویٰ رضویہ کا مطالعہ مرغوب تھا۔

فتاویٰ رضویہ جب نئے انداز سے چھپنا شروع ہوا اور رضا

فاؤنڈیشن لاہور والوں نے پیشگی خریداری کے لیئے زر اعانت طلب کیا تو آپ نے فوراً زرِ اعانت جمع فرمادیا۔ اس طرح فتاویٰ رضویہ نئ طباعت کی کئ جلدیں آپ تک پہنچ گئیں۔

مجدد دین و ملت اعلیٰ حضرت غوث الامت امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ العزیز کے سچے عاشق تھے۔ جلسہ عام اور عرس کی محفل میں جب بھی نعت سنتے تو پڑھنے والے سے حدائق بخشش سے نعت پڑھنے کی تاکید فرماتے۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کو لحن داؤدی عطا فرمارکھا تھا۔ جب بھی آپ نعت شریف پڑھتے حدائق بخشش سے پڑھتے۔ قصیدہ غوثیہ، جو آپ کے وظائف میں شامل تھا جب بھی بطور وظیفہ پڑھتے اس کی فارسی منظوم شرح از امام احمد رِضا قدس سرہ بھی پڑھتے۔

گویا یہ فارسی منظوم شرح آپ کے روزانہ کے وظائف میں شامل تھی۔ حضرت مستانہ صاحب اپنے معاملات میں رخصت کی بجائے عزیمت پر عمل فرماتے تھے۔ آپ کا تقویٰ و پرہیزگاری ہمارے لیئے قابل تقلید ہے۔

جناب چوہدری حاجی محمد اشرف مہے کلاں سرائے عالم گیر

بیان کرتے ہیں کہ حضرت نے ایک مرتبہ چند بھینسیں خریدیں تاکہ ان کا دودھ فروخت کر کے رزق حلال کا سامان کر سکیں۔ کچھ وقت کے بعد جب آپ نے یہ کاروبار بند کر دیا تو بھینسیں فروخت کر دیں......

تو میں نے اس کی وجہ دریافت کی تو فرمایا کہ میرا گوالا میری ہدایت کے مطابق خالص دودھ فروخت کرتا ہے یا نہیں ڈر لگتا ہے کہ اگر وہ کمی بیشی کرے تو اس کی ذمہ داری بظاہر مجھ پر پڑتی ہے۔ اس خدشہ کے پیشِ نظر میں نے یہ کاروبار بند کر دیا۔

حضرت کی یہ عادت بھی بڑی قابلِ ذکر ہے کہ اپنے دوست و احباب کے جائز کاموں میں ان کی مدد فرماتے۔ اس سلسلہ میں اگر آپ کو کسی سے ملنا ہوتا تو اپنے اثر رسوخ سے اپنے بھائی کا کام کروا دیتے۔ چوہدری حاجی محمد اشرف مذکور ہی بیان کرتے ہیں کہ کاروبار کے سلسلہ میں موضع چھنگس کے جناب محمد ساہی کے ذمے ان کی کچھ رقم تھی۔ وہ ٹال مٹول سے کام لے رہا تھا۔ انھوں نے آپ سے طلب معاونت کی۔ آپ نے وہاں پہنچ کر نمبردار اصغر کی مدد سے چوہدری محمد اشرف کا حق دِلوا دیا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

تعلیمات

مرشد یکتائے روزگار

--۱۴۱۹--

کسی شخصیت کو سمجھنے کے لیئے اس کے نظریات، اس کی تعلیمات کا جاننا از حد ضروری ہے۔ پھر اس کے ساتھ یہ دیکھنا بھی لازمی ہے کہ وہ شخصیت اپنے نظریات اور اپنی تعلیمات پر کس حد تک خود عمل پیرا ہے؟

جہاں تک عمل کی بات ہے وہ تو یوں ہے کہ آپ کی شخصیت مریدین، متوسلین بلکہ احباب تک کے لیئے باعث تقلید ہے۔
شریعت مطہرہ کے احکام پر عمل آپ کا طریق تھا۔
مستحبات تک پر عمل بے تکلیف ہونا۔

آئندہ سطور میں آپ حضرت مستانہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات کی ایک جھلک دیکھیں گے۔ اگرچہ یہ سطور اقتباسات ہیں۔ تاہم آپ نے انہیں اپنایا اور اپنانے کا ارشاد فرمایا۔ اس لیئے کہا جا سکتا ہے یہ تعلیمات ایک مرشد کامل سے کم نہیں۔

اپنی مجالس میں، اعراس کی محافل میں 'بلحہ خلوت میں بھی
انہیں غور سے پڑھیں اور اس سے استفادہ کریں۔ یقیناً آپ کی
رہنمائی میں معاون ہوں گی۔

☆۱۔ اے اللہ! میں نے تیری رضا اور کرم سے صبح حاصل کر
لی ہے۔ میں اپنی ناپسندیدہ چیزوں کو اپنے سے دور نہیں کر سکتا اور
نہ ہی اپنی پسند کو حاصل کر سکتا ہوں۔ مجھے اپنے نفع و نقصان پر
بھی کوئی اختیار نہیں۔ جس کے لیئے تیری رحمت کی امید کرتا
ہوں۔

میں اپنے اعمال میں گروی ہوں۔ مجھ سے بڑھ کر کوئی فقیر
نہیں۔ تو میرے دشمن کو میری حالت سے خوش نہ کر اور
میرے دوست کو تکلیف نہ دے۔

میرے دین، میری دنیا اور آخرت سے مصیبت دور کر
دے۔ دنیا کو بھی میرا مقصد نہ بنا اور نہ ہی میرے علم کو مقصد بنا۔
جو دنیا اور آخرت میں مجھ پر رحم نہیں کرتا اس کو مجھ پر مسلّط نہ
کر۔

اے اللہ! میں ان گناہوں سے تیری پناہ لیتا ہوں جن سے نعمتیں ضائع ہو جاتی ہیں اور ان گناہوں سے بھی، جن سے عذاب واجب ہو جاتا ہے۔ اے سب سے بڑے رحمٰن! مجھ پر رحم فرما۔ آمین۔

اے میرے کریم اللہ! میری عمر چھیاسٹھ سال گذر چکی ہے[۳] تیری ذات مع جملہ صفات کے زبان سے اقرار کرتا ہوں اور دل سے تصدیق بھی کرتا ہوں۔

تیرے محبوب محمد مصطفیٰ ﷺ کی محمّدیت کا مع جملہ صفات محمّدیہ کے زبان سے اقرار کرتا ہوں اور دل سے تصدیق بھی کرتا ہوں۔ مگر اس کے باوجود میرے خون میں تیری کبریائی اور عظمت کی معرفت نہیں اور نہ ہی اس پیارے محمد مصطفیٰ ﷺ کی محمدیت کی معرفت حاصل ہے۔[۴]

میرے کریم اللہ! میرے خون کے منبع میں احساس پیدا فرمادے کہ میں تیری ذات اور تیرے محبوب ﷺ کے بغیر کسی

۳۔ یہ تحریر پورے ایک سال پہلے کی ہے اب عمر شریف سڑسٹھ برس تھی۔
نقیر قادری عفی عنہ

۴۔ یہ کلمہ انتہائی انکساری اور عاجزی پر دلیل ہے

اور طرف نہ دیکھوں اور نہ ہی کوئی سانس غفلت میں گذرے۔ آمین۔

قلب کی یکسوئی بہت بڑی نعمت ہے۔ جس کے بغیر کوئی قدم اِلی الحق نہیں اٹھایا جا سکتا اور قلبی یکسوئی بغیر محبت کے اور کسی سے حاصل نہیں ہو سکتی۔

یہ دنیا اللہ تعالیٰ کی حکمت کا مظہر ہے۔ لہٰذا اسے ہر وقت بُرا بھلا کہنا اور کوستے رہنا حکمت الٰہی کی توہین ہے۔ اسے ضرورت کی نظروں سے دیکھنا چاہیئے۔

حلال و حرام واضح ہو چکے ہیں۔ حرام سے اس نظر سے بچنا چاہیئے کہ اللہ نے اس سے بچنے کا حکم فرمایا ہے۔ یہ بچنا تعمیل حکم الٰہی کے لیئے ہو نہ کہ دنیا سے نفرت کے لیئے۔

نفرت خود حرام ہے۔ اس سے بچنا بھی نہایت ضروری ہے۔"

غلام محی الدین

۲۲ذی الحجہ ۱۴۱۸ھ / ۲۰اپریل ۱۹۹۸ء (۵)

۵۔ نوٹ: یہ تحریر وصال مبارک سے ایک سال پہلے کی ہے
ماخوذ از بیاض خود نوشت حضرت مستانہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

☆۲ مشہور بات ہے کہ جو آدمی گونگا ہو وہ بہرہ ضرور ہوتا ہے۔ اسی طرح جو آدمی بخیل ہو وہ ریاکار ضرور ہوتا ہے۔ لیکن بہت اچھا ہے وہ ریاکار، جو اپنے ناپسندیدہ لوگوں کے ساتھ اچھا سلوک کرے۔ یہ سنت اولیاء اور انبیاء ہے۔

تمام اولیاء اللہ اور انبیاء اللہ نے دنیا کو ناپسند فرمایا۔ لیکن پھر اس کے ساتھ نیک سلوک کیا۔ اس کی اصل خواہ فراخدلی ہو یا بزدلی۔ اِن دونوں صفتوں سے درجات میں تو فرق ہو سکتا ہے لیکن استحسان میں برابر ہیں۔(۶)

۲۷ نومبر ۱۹۹۵ء، کونٹری (انگلینڈ)

☆۳۔

ذکر کا حق اس وقت ادا ہوتا ہے جب ذاکر ذکر کی توفیق کے شکر میں اس قدر لذت حاصل کرے کہ اس لذت میں اس کا یہ ٹھوس وجود مائع ہو جائے اور پھر گیس میں تبدیل ہو کر ہوا

۶۔ ماخوذ از خود نوشت حضرت مستانہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

میں شامل ہو جائے اور ہر طرف سے سبحان اللہ، سبحان اللہ کی گونج سنے۔

یہ حال خوش نصیب ذاکروں کا ہے۔ اس سے نیچے کا مرتبہ جنتیوں کا ہے۔ بہر حال ذکر ہر حال میں مفید چیز ہے۔ بشرطیکہ بنیاد صدق اور خلوص پر ہو۔ مسئلہ درپیش تو یہ ہے کہ یہ حال حاصل کس طرح ہو؟ سوائے مرشد کامل کے تو حاصل نہیں ہو سکتا ہے۔ مرشد کامل کہاں سے ملے؟(۷)

☆ ۴۔ بات اسی وقت بنتی ہے جب دردِ محبت رگ و پے میں رَچ جائے اور محبوب مثلِ حرم ہو جائے۔ حرم کے سوا کسی کو درجہ محبوبی حاصل نہیں ہے۔ جو کسی اور کو محبوب بنائے وہ موحد نہیں، بلکہ زندیق ہے۔

جس طرح فقہی نماز تعین حرم کے بغیر ادا نہیں ہو سکتی، اسی طرح نماز محبت بغیر تعین محبوب نہیں ہو سکتی۔

خوش قسمت ہیں وہ لوگ جو خدا کے رقیب ہو جاتے

۷۔ ماخوذ از بیاض خود نوشت حضرت مستانہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

ہیں۔ عجب بات ہے کہ یہ رقابت وجہ عظمت ہے نہ کہ عداوت۔
کتنے بیوقوف ہیں جو یہ کہہ گئے کہ اگر نماز میں محبوب اعظم ﷺ کا
خیال بھی آجائے تو نماز فاسد ہے۔ کس کی نماز پڑھتے ہیں؟ عشق
کا یہ اعلان کتنا پیارا ہے ؎

حاجیو! آؤ محبوبِ خدا کا روضہ دیکھو
کعبہ تو دیکھ لیا اب کعبے کا کعبہ دیکھو (۸)

☆۵۔ حضرت احمد بن ابی الجواری رحمۃ اللہ علیہ کے
حوالہ سے فرمایا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلدنیا مزیلة و مجمع الکلاب و اقل من
الکلاب من عکف علیها فان الکلب یأخذ منها
حاجته وینصرف والمحب لها لا یزول عنها
ولا یترکها بحالٍ

۸۔ ماخوذ از بیاض خودنوشت حضرت مستانہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

(ترجمہ:) یہ دنیا گندگی کا ڈھیر ہے اور کتوں کے جمع ہونے کی جگہ ہے۔ وہ شخص کتے سے کمتر ہے جو اس پر جم کر بیٹھ جائے۔ کیونکہ کتا بھی جب اس ڈھیر سے اپنی حاجت پوری کر لیتا ہے تو چھوڑ کر چلا جاتا ہے۔ لیکن دنیا سے محبت کرنے والا اس سے کبھی جدا نہیں ہوتا اور نہ کسی حالت میں اسے چھوڑتا ہے۔ (۹)

☆۶۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وَمَن یُّعَظِّم شَعَائِرَ اللهِ فَاِنَّهاَ مِن تَقوَیَ القُلُوبُ

اپنے شیخ کو جب تک اپنی ذات اور قرب حق کے درمیان رابطہ نہیں سمجھے گا۔ بات نہیں بنے گی۔ شیخ کو اپنے جیسا انسان ہی سمجھتے رہنا طریقت میں بڑی خطا ہے۔ طریقت شریعت کی روح ہے۔

چہ جائیکہ کوئی بد بخت حضور آقا محمد رسول اللہ ﷺ کو اپنے جیسا انسان سمجھنے لگے۔ حضور ﷺ تو تمام انبیاء کے بھی وسیلہ ہیں۔ اگرچہ شیخ کا ظاہری وجود تو طالب کے ظاہری وجود جیسا ہی ہے مگر مقصد الگ الگ ہے۔ ایک طالب اور دوسرا

۹۔ ماخوذ از خود نوشت حضرت مستانہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

مطلوب۔

تو جب تک شیخ کو اپنے سے بہتر اور بالاتر انسان نہ سمجھو گے تو تعظیم کا حق کیسے ادا ہو گا؟ اور جب تک تعظیم نہیں کرو گے تب تک تقویٰ حاصل نہیں ہو گا۔ تقویٰ حاصل نہ ہونا بہت بڑی محرومی ہے۔ وما علینا الا البلاغ۔ (۱۰)

☆ ۷۔ زندگی بے شک بڑی نعمت ہے لیکن ایمان اس سے بھی بڑی نعمت ہے۔ جب ایمان اور زندگی کا مقابلہ آجائے تو صاحبانِ عقل و فلسفہ ضرور زندگی کا ساتھ دیں گے۔ ہو سکتا ہے کہ اپنی چرب زبانی سے بذریعہ دلائل اپنا موقف غالب کر لیں مگر حقیقت اس کو تسلیم نہیں کرے گی۔ حقیقت عشاق کی ساتھی ہے۔

عاشقوں کی دنیا میں جب بھی ایمان اور زندگی کا مقابلہ ہوا تو فتح ایمان کو ہی نصیب ہوئی ہے۔ عقل چنچل ہے اور حقیقت خاموش ہے۔ مکالمہ ہوشیاری سے ہوتا ہے۔ حقیقت کا انکشاف

۱۰۔ ماخوذ از خود نوشت حضرت مستانہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

حکمت اور ہمت سے ہوتا ہے۔[11]

☆۸۔

یٰاَیُّهَا النَّبِیُّ حَسبُكَ اللهُ
وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ المُومِنِینَ

(الانفال : ۶۴)

یہ دنیا مقامِ فریب ہے اور آخرت مقام لاریب ہے۔ وہاں صرف اللہ تعالیٰ کی بادشاہت ہے لیکن فریب کی وجہ سے نادان اپنے آپ کو بھی حکمران سمجھتا ہے، اس لیئے جب ریب ختم ہو جائے گا اور حقیقت روشن ہو گی تو فریب کے سب اختیار چھن جائیں گے۔

یہاں حریص دولت مند کے سامنے جھکتا ہے، کمزور طاقتور کے سامنے دبتا ہے۔ دولت مند اور طاقتور دونوں ظالم ہیں۔ حریص اور کمزور دونوں مظلوم ہیں۔ لیکن مائل بہ شرک ہیں۔ توکّل میں کمزور اور ایمان میں ناقص ہیں۔

۱۱۔ ماخوذ از خودنوشت حضرت مستانہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

ظالم مشرک نہیں بلکہ شیطان ہے۔ مشرک تو وہ ہے جو خدا کے مقابلے میں کسی اور کو بھی خدا سمجھے لیکن ظالم تو خود خدا بن بیٹھتا ہے۔ اس لیئے سزا دینے کا حق تو صرف اللہ تعالیٰ کو ہی حاصل ہے۔ معاشرتی توازن اور عدل قائم رکھنے کے لیئے اللہ تعالیٰ نے صرف حد اور تعزیر جاری کرنے کا اختیار قاضی کو دے رکھا ہے۔

معاشرتی زندگی میں کسی کا کیسا اور کتنا ہی جرم کیوں نہ ہو کوئی فرد بھی خواہ بادشاہ وقت ہی کیوں نہ ہو، کسی کو سزا نہیں دے سکتا۔ قاضی کے ہاں نالش کر سکتا ہے۔

اس سے قطع نظر مرد کو اختیار دیا گیا ہے کہ بیوی جب بے حیائی پر اُتر آئے تو تادیباً ہلکی سزا ایک بار دے سکتا ہے۔ اگر اس سے بھی اس کی اصلاح نہ ہو تو بار بار سزا دینے کی بجائے طلاق دے دے بہتر ہے۔(۱۲)

☆۹۔ انتقام: اچھائی اور برائی کا معیار اللہ تعالی اور اس کے رسول ﷺ نے مقرر کر رکھا ہے اور وہی معیار ہمہ گیر اور ابد

۱۲۔ ماخوذ از خود نوشت حضرت مستانہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ۔ محررہ ۳۰ جنوری ۱۹۹۶

الاباد تک قائم رہنے والا ہے۔ جو لوگ اس معیار کے مطابق کائنات کی جانچ کرتے ہیں وہ ہی خدا پرست ہیں لیکن عملی زندگی میں ایسے لوگ عنقا ہو گئے ہیں۔ اب تو لوگوں نے اپنی عقل ناقص کی پیروی شروع کر رکھی ہے۔

ایمان کی کہو! جو خدا کے مقرر کردہ معیار سے ہٹ کر اپنے پیدا کردہ معیار کو ترازو سمجھتے ہیں وہ مصیبت میں گرفتار نہیں؟ وہ اپنے آپ کو در پردہ خدا نہیں سمجھتے؟ اور یہ شرک عظیم نہیں ہے؟

اتنے بڑے شرک کے مرتکب جب اپنے آپ کو موحد کہنے کا دعویٰ کرتے ہیں تو حیرت ہوتی ہے۔ اگر خدا تعالیٰ کی اطاعت کریں تو ان کی سوچ میں ایک ٹھہراؤ آجائے۔

انسان تو قلب کا محتاج ہے۔ اس میں صفتِ تقلیب رکھی گئی ہے۔ یہ ایک دن کسی کا دوست ہے تو دوسرے دن اس کا دشمن ہے۔ یہ آئے دن کی تبدیلی قومی زندگی میں فساد اور موت کا سبب بنتی ہے۔

تاریخ بتاتی ہے کہ دنیا میں تباہی ہمیشہ حرص اور غصہ

سے ہوتی ہے۔ یہ دونوں صفتیں نہایت مذموم ہیں۔ اگر ان کی رہنمائی اللہ تعالیٰ نہ فرمائے تو یہ دونوں کس طرح راہِ راست پر چل سکتی ہیں؟

جب تک اپنی عقل کی بنیاد پر لوگوں پر اچھا اور بُرا ہونے کی حد لگاتے رہو گے اس وقت تک تم خود ہی اس کے مورد ٹھہرو گے۔ اچھے ہو تو دوسروں کو اچھا سمجھو گے اور اگر بُرے ہو تو دوسروں کو بُرا سمجھو گے۔

مخلوق خالق کی حکمت ہے۔ دوسروں کو بُرا سمجھنے سے لازم آئے گا کہ تم حکمت اللہ کو بُرا کہہ رہے ہو اور یہ گناہِ عظیم ہے۔ اللہ کی شانِ عظمت کو سمجھنے کی کوشش کرو۔

اے نفس کے پجاری انسان! یہ نفس تیرا گھوڑا ہے۔ خدا نہیں ہے۔ تیری اپنی عقل پر پتھر پڑے۔ دوسروں کو کیوں الزام لگاتا ہے۔ جب تو مخلوق کو بُرا کہے گا تو خالق کی بُرائی لازم آئے گی۔ اگرچہ بندہ عیب دار، محجوب اور بے مشاہدہ ہی کیوں نہ ہو۔ (۱۳)

۱۳۔ ماخوذ از خود نوشت حضرت مستانہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ
محررہ ۱۹ رمضان المبارک ۱۴۱۶ھ

☆۱۰۔ انسان پر فرض ہے کہ ہمہ وقت اللہ تعالیٰ اور محمد رسول اللہ ﷺ کا ادب کرے۔ ادب عظمت کے غلبے کی علامت ہے۔ صرف زبان سے سبحان ربی العظیم کہنے سے کیا حاصل ہو گا؟ جب تک دل تعظیم میں حاضر نہ ہو۔ پھر خدا اور اس کے محبوب ﷺ کے تمام منسوبات علی حسب درجہ کی تعظیم نہ کرے عظمت کے فیض سے مستفیض نہیں ہوتا۔

کیا حال ہے ہمارا کہ ہم حالت نماز میں بھی اللہ تعالیٰ کی عظمت کا اعتراف کرنے کو تیار نہیں؟ سر سے ننگے اور عام لباس میں، جس لباس میں ملبوس اپنے بازاری دوستوں کو ملنے کے لیئے بھی تیار نہیں، عار محسوس کرتے ہیں، اسی لباس میں نماز پڑھنا، کیا یہ نفیِ احساس عظمت نہیں ہے؟

دلوں کا بھید تو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے مگر جو کچھ کوزے میں ہوتا ہے وہی باہر نکلتا ہے۔ نفس و شیطان کے فریب سے خدا کی پناہ۔ (۱۴)

۱۴۔ ماخوذ از خود نوشت حضرت مستانہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

☆ ۱۱۔ اولیاء اللہ حق تعالیٰ کی طرف سے مدبران عالم اور برگزیدہ حضرات ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں حاکم بنا کر دنیا کا حل و عقد و بست و کشاد ان سے وابستہ فرمایا ہے۔ انہیں کے ارادوں پر جہاں کے لیئے احکام منحصر فرمائے ہیں۔

لہٰذا مناسب یہی ہے کہ ان کی رائے سب سے زیادہ صحیح اور خلقِ خدا پر ان کا دل سب سے بڑھ کر مہربان ہو۔ کیونکہ وہ واصل حق ہیں۔

تلون و سُکر تو ان کا ابتدائی حال ہے۔ جب بلوغ حاصل ہو جاتا ہے تو تلووین و سکر، تمکین و استقامت سے بدل جاتا ہے۔ اس وقت وہ حقیقی ولی ہوتے ہیں اور ان کی کرامت صحیح ہوتی ہے۔ اولیاء کے درمیان۔

اوتاد کے لیئے لازم ہے کہ رات بھر میں سارے جہاں کا گشت مکمل کرے اور اگر کوئی ایسی جگہ رہ جائے جہاں اس کی نظر نہ پڑے تو دوسرے دن اس جگہ کوئی خلل واقع ہو جاتا ہے۔ اس وقت وہ اوتاد اپنے غوث و قطب کی طرف رجوع کرتے ہیں تاکہ وہ اپنی قوت اس طرف مبذول

☆۱۲۔ عقل اور قلب دونوں لطائف ہیں۔ ایک نور ہے اور دوسرا محل نور ہے۔ ایمان کے لیئے دونوں مفید ہیں۔ لیکن اہمیت کے لحاظ سے قلب کو تقدیم حاصل ہے۔ عقل رہنما ہے۔ قلب رہبر ہے۔

گزر جا عقل سے آگے کہ یہ نور
مشعل راہ ہے کوئی منزل نہیں ہے

روشنی کے ہوتے ہوئے بھی مسافر گمراہ ہو سکتا ہے، ٹھوکریں کھا سکتا ہے۔ اس لیئے عقل اتنی قابل بھروسہ نہیں ہے۔

قلب ایک فطری کشش رکھتا ہے۔ جس طرح لوہا مقناطیس کی کشش سے قائم ہے۔ اندھیرا ہو، خواہ روشنی ہو، لوہا مقناطیس کی طرف ہی کھنچے گا۔ کوئی زمان و مکان لوہے کی اس صفت پر اثرانداز نہیں ہو سکتا۔

۱۵۔ ماخوذ از خود نوشت حضرت مستانہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

ذاتِ احد اور ذاتِ محمد ﷺ دونوں مقناطیس ہیں۔

ایمان لوہا ہے۔(۱۶)

☆۱۳۔ وقت اپنی رفتار کے ساتھ بڑے بڑے نشانات بھی مٹا دیتا ہے۔ دوسرے کی کمائی کے بل بوتے پر بھروسہ کرنا کوئی دانائی نہیں۔ اپنے لیئے اتنی قدر اور عزت کی خواہش کرو جتنی تم میں ذاتی خوبی ہے۔

ماں باپ کی وراثت کو وجہ افتخار بنانا بھی ناحق بات ہے۔ اللہ کا شکر ہے کہ یہ احساس نصیب ہوا۔ وگرنہ کافی عرصہ سے خود پرستی کا زعم چھایا ہوا تھا۔ اس رات نے اپنی زعم کے چنگل سے نجات عطا کردی۔

دنیا بہترین کسوٹی ہے۔ انسان کی صحیح پرکھ کرتی ہے۔ جس قابل کوئی ہوتا ہے اتنی ہی قدر کرتی ہے۔ اس کے سلوک کا شکوہ نہیں کرنا چاہیئے۔ بلکہ عبرت کے آئینے میں اپنی اصل تصویر دیکھنی چاہیئے۔ وما علینا الا البلاغ۔(۱۷)

۱۶۔ ماخوذ از خودنوشت حضرت مستانہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ محررہ فروری ۱۹۹۴ھ

۱۷۔ ماخوذ از خودنوشت حضرت مستانہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

☆۱۴۔ باپ کے ساتھ احسان، بیٹے پر اللہ کریم نے خود واجب کیا ہے۔ اس میدان میں کامیاب ہونا لازمی ہے۔ اگرچہ اس کے ساتھ ساتھ اتنی اجازت ہے کہ ماں باپ کو خدا کے مقابلے میں اور خدا کے محبوب ﷺ کے مقابلہ میں نہ لایا جائے۔ معاملہ بڑا نازک سا ہے......

......آپ، اگر ہو سکے تو، پچھلی رات کی مصروفیات لازم کر لیں۔ رات کے پہلے حصہ میں جلدی سو جایا کریں۔ دوپہر کو دس منٹ کے لیئے قیلولہ کر لیا کریں۔ تہجد کے نفل رفع درجات اور قبولیت کے لیئے بڑی اہمیت رکھتے ہیں۔ اور اس وقت اس ذات اللہ ھو کا نوری تصور روحانی پرواز کے لیئے براق کا کام دیتا ہے۔

جس طرح آپ کو اللہ کریم نے اپنے لطف و کرم سے استغنا، ثابت قدمی اور یکسوئی عطا فرمائی ہے۔ آپ انشاء اللہ تھوڑے وقت میں بہت کچھ حاصل کر لیں گے۔ تہجد پر مداومت کریں۔ باوا جی صاحب کے سلسلہ میں آپ کو بہت اچھا مقام ملا ہے۔ یہ ہر کسی کے نصیب نہیں ہے۔ اسے اور روشن کریں۔

یہاں اکتفاء منع ہے ؎

اس راہ میں قرار بے محل ہے
پوشیدہ قرار میں اجل ہے

روزانہ اپنے سفر کا محاسبہ کرنا اور منزل کی طرف ترقی کرنا لازم ہے۔ اللہ کریم آپ کی ہمت میں کئی گنا اضافہ فرما دیں۔ آمین۔(۱۸)

☆ ۱۵۔ کلثوم اپنی نمازیں ٹھیک رکھے۔ جو زندگی میں قضا ہوئی ہیں، شمار کر کے قضائیں پوری کریں۔ حسبنا الله و نعم الوکیل بے حساب پڑھا کریں۔ صوفی صاحب کی خدمت کو غنیمت جانے اور شوق کے ساتھ پورا کرے۔ اللہ کی نعمت ہے ان کا وجود۔

آپ بھی اپنے اشغال پابندی سے کریں۔ درود شریف کی کثرت کریں اور اپنے لیئے کسی کامل رہنما سے ملاقات کی دعا کیا کریں۔(۱۹)

۱۸۔ اقتباس از مکتوب حضرت مستانہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ بنام صوفی محمد افضل

۱۹۔ اقتباس از مکتوب حضرت مستانہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ بنام صوفی محمد افضل۔
محررہ ۱۶ جنوری ۱۹۸۷ء

☆ ۱۶۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

☆ آیۃ الکرسی ہر نماز کے بعد ایک بار

☆ فجر کی نماز ے بعد سورج نکلنے سے پہلے

☆ عصر کی نماز کے بعد سورج غروب ہونے سے پہلے

☆ عشا کی نماز کے بعد خصوصی پڑھیں

رات کو بستر پر چت لیٹ کر تین بار تینوں قل، اول و آخر تین بار درود شریف پڑھ کر دونوں ہاتھوں پر دم کر کے سارے جسم پر مل لیں۔(۲۰)

☆ ۱۷۔ میں کل سے مسجد میں معتکف ہوں۔ آپ کا خط بھی یہیں ملا ہے۔ رمضان شریف خیریت گزرا ہے۔ اب آخری عشرہ اپنے آقا کی سنت مبارکہ کی یاد میں مسجد میں گزارنے کا عزم کیا ہے۔ اللہ کریم اسے خیریت سے اختتام پذیر فرمادیں۔

لوگ جتنی فکر دنیا اور متاع دنیا کی کرتے ہیں اگر اس سے نصف شدت کے ساتھ قرب الٰہی اور پاسداری سنت مصطفیٰ ﷺ میں کریں تو انشاء اللہ انہیں ضرور قرب الٰہی حاصل ہو

۲۰۔ ماخوذ از خود نوشت حضرت مستانہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

جائے اور دونوں جہانوں کی کامیابیاں اور کامرانیاں ان کے قدم چومیں۔ لیکن ہم اکثر وقت غفلت میں گزارتے ہیں۔

حق تو یہ ہے کہ کسی وقت بھی اللہ کی یاد سے غافل نہ ہوا جائے۔ اگر غفلت طاری ہو جائے تو ایمان کو یوں کرب و اضطراب محسوس ہو کہ جس طرح دو جہاں کی حکومت جاتی رہی ہے۔

ایسے حالات میں چہرے پر گریہ و زاری ہو، قلب اندوہناک ہو اور جب تک لذتِ آشنائی' جو مقصود عبادت ہے، حاصل نہ ہو جائے اس وقت تک قرار نہ آئے۔ مگر یہاں ایسا دیکھنے میں نہیں آتا۔ فرمایا گیا ہے :

مَن غَمَضَ عَینَہُ عَنِ اللہِ تَعَالیٰ طَرفَةَ
عَینٍ لَم یُو صَل اِلی مَقصُودِہ.

جو شخص ایک لمحہ بھر بھی غافل ہو جائے وہ کبھی بھی اپنے مقصود کو نہیں پا سکتا۔ مقصود حقیقی یعنی قرب الٰہی حاصل نہیں ہو سکتا۔ جب تک درمیان کے حجابات دور نہ کیئے جائیں۔

ان حجابات میں سے سب سے بڑے حجاب' دنیا' خلقت' شیطان اور نفس ہیں۔ یہ ہی اصل رکاوٹیں ہیں۔ جو

بندے کو شاہد اصلی کا جلوہ نظر آنے نہیں دیتے۔ ایک سچا عاشق جو خواہش رکھتا ہے وہ تو سوائے لقائے یار کے اور کوئی نہیں ہو سکتی ہے۔

عشق دیوانہ بھی ہے اور صابر بھی ہے۔ اگر سچا ہو تو تمام راستے کی رکاوٹوں، دکھوں، دردوں اور مصیبتوں کو خاطر میں نہیں لاتا اور سےَ(سو) سختیاں اور سےَ(سو) مصیبتیں جمال یار کی خاطر برداشت کرتا ہے۔ اور سِی تک نہیں کرتا۔

اس کے نزدیک سب سے زیادہ ناپسندیدہ اور مکروہ ہر وہ چیز ہے جو اس کے اور محبوب کے جمال کے درمیان حائل ہو۔ وہ کس طرح ان کی طرف شوق سے یا خواہش سے دیکھ سکتا ہے؟ قطعاً ناممکن ہے۔

لیکن اس زمانے کے دنیا دار مسلمانوں کا عجیب حال ہے۔ ادھر دعویٰ بھی کیئے جاتے ہیں اور ادھر دنیا، خلقت کی پوجا بھی کرتے جاتے ہیں۔ نفس و شیطان کو معبود بنا کر ان کی اطاعت کرتے ہیں۔ زبان سے باتیں سنو تو یہ سب سے بڑے خدا والے اور ایمان والے ہیں۔

یہ کس طرح ممکن ہے کہ مسلمان کے دل میں دنیا بھی ہو اور خدا بھی ہو؟ دنیا سے بھی محبت کرے اور خدا سے بھی محبت کرے؟ آگ اور پانی کا مرکب بنا کر مفید مطلب کرنا تو صرف خدا کا کام ہے۔ اور کوئی نہیں کر سکا اور نہ کر سکے گا۔

جب تک دنیا دل میں ہے آخرت کی قدر نہیں ہو سکتی۔ اور جب تک توجہ طمع کے ساتھ خلقت کی طرف ہے کبھی صحیح عبادت نہیں ہو سکتی۔ جب تک آخرت پر ایمان رکھ کر صحیح سنت رسول اللہ ﷺ کے مطابق مخلص عبادت نہیں ہو گی، شیطان سے پیچھا نہیں چھوٹے گا۔

اور جب تک شیطان سے بچ کر اپنے نفس پر حکومت نہیں کرے گا۔ نفس کی باگ اپنے ایمان کے ہاتھ نہیں دے گا۔ ہرگز ہرگز قربِ الٰہی حاصل نہیں کر سکتا، اور جسے یہاں قربِ الٰہی حاصل نہ ہوا وہ محشر میں اللہ تعالیٰ کی زیارت سے محروم رہے گا۔ محشر میں اللہ تعالیٰ کی (بقدر ہمتِ زائر) زیارت سے محرومی سب سے بڑی بد نصیبی ہے۔

دنیا کی پرواہ نہ کرو۔ رزق اللہ کے ذمہ ہے۔ وہ اللہ کا

کام ہے۔ بندہ قطعاً نہیں کر سکتا۔ بندے کے ذمے اطاعتِ اللہ اور اطاعتِ رسول ﷺ ہیں۔ ان میں کوشش تیز تر کر دینا مردوں کی صفت ہے۔ دونوں جہاں تو تمہارے لیئے ہیں۔ تھوڑے پر اکتفاء کرتے ہو؟

لوگوں کے لیئے حقیقی فیض رساں بننے کے لیئے کمر ہمت باندھو، اللہ کریم کی رحمت اور فضل شامل ہوں گے۔(۲۱)

☆ ۱۸۔ آیۃ الکرسی اور درود شریف مسلسل ورد میں رکھیں۔ ہر نماز کے بعد تین تین بار پڑھ لیا کریں۔ اور کسی بیماری، تکلیف کے لیئے دم کرنا ہو تو ایک ایک بار پڑھ کر دم کر لیا کریں۔ ایک دفعہ "سَلٰم" قولاً مِن رَبٍّ الرَّحیم" کا چلہ پورا کرنے کے لیئے بھی کہا تھا مگر معلوم ہوتا ہے آپ نے نہیں کیا.........

ملک محمد اشرف صاحب کے بچے کو درود شریف اور آیۃ الکرسی سے دم کریں، مگر جب کلمہ "وَلاَ یَو دُہ حِفظُھُماَ" آئے تو اسے گیارہ بار دہرایا جائے، وہ بچہ خود تلاوت کر لیا کرے، اور مذکورہ کلمہ کو اپنی آنکھوں پر ہاتھ رکھ کر (۱۱) بار پڑھ لیا کرے، انشاء اللہ آنکھوں کی تکلیف دور ہو جائے گی،

۲۱۔ اقتباس از مکتوب حضرت مستانہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ بنام صوفی محمد افضل صاحب

اور دل کی گھبراہٹ کے لیئے اشرف صاحب سونے کے وقت اس کے قلب پر اسم پاک ''محمد ﷺ'' لکھ دیا کریں، چند دن کرنے سے گھبراہٹ جاتی رہے گی۔

اولاد کے لیئے جب پھر آپ ملیں گے تو آپ کو علاج کا سارا طریقہ بتا دیا جائے گا، فی الحال خط میں کچھ نہیں کر سکتا، انہیں نماز کی پابندی کی تلقین کریں، اور بعد از درود شریف دعا ''رَبِّ هَبْ لِي مِن لَّدُنكَ ذُرِّيَّةً'' پڑھنے کو کہیں، آئندہ ملاقات پر سارا طریقہ آپ کو سمجھا دوں گا۔ عزیزم ظفر حیات اور اس کی بیوی کے تعلقات اللہ کریم خوشگوار فرمادیں۔ آمین۔

دانت درد کے لیئے سائل کو اپنی شہادت کی انگلی درد والے دانت پر رکھنے کے لیئے کہیں، اور خود سورۃ والناس تلاوت کریں، جب تک درد رک نہ جائے بار بار پڑھیں، انشاء اللہ رک جائے گا۔ جسم میں کہیں بھی درد ہو یہی طریقہ کریں۔ ہر قسم کے درد کے لیئے سورۃ والناس شافی علاج ہے۔

درد گردہ کا ایک خاص تعویز بنتا ہے۔ وہ بھی ملاقات پر سمجھا سکوں گا۔

عورت کو زچگی کے وقت کسی کھانے والی چیز پر یہ دعا پڑھ کر دم کر کے کھلا دیں۔ انشاء اللہ آسانی ہو گی۔ دعا شریف یہ ہے : "کرخی جاگرفت وخر کرخی جاگرفت زنِ دہقاں .

دختر وپسر زائید زائید نہ زائید"

یہ سلسلہ تعویزات اور دم وغیرہ بہت مشکل کام ہے۔ اس سے لوگوں سے میل جول بڑھ جاتا ہے اور مبتدی درویش کے لیئے اختلاط الانام کسی صورت بھی مفید نہیں ہو سکتا۔ اس مقام پر نہایت احتیاط کی ضرورت ہے۔ اس کو خطرناک مقالہ کہا جائے تو اس کی بہت اچھی تعریف ہے۔

قلب و نظر دونوں کی حفاظت کرنا پڑتی ہے۔ جو نہایت مشکل کام ہے۔ منتہیوں کے لیئے درست ہے۔ غلام دستگیر صاحب ابھی دل لگا کر پڑھا کریں، ابھی ان کی یہی ڈیوٹی ہے۔ پھر کسی مناسب وقت پر انہیں عمرہ پر لے چلیں گے۔ انشاء اللہ (۲۲)

☆ ۱۹۔ زندگی عارضی ہے۔ تمام معاملاتِ زندگی بھی اتنے ہی غیر یقینی ہیں۔ اتنی عارضی چیز کے لیئے دائمی نقصان کر لینا کوئی عقل کی بات نہیں ہے۔ (۲۳)

۲۲۔ اقتباس از مکتوب حضرت مستانہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ بنام صوفی محمد افضل صاحب

۲۳۔ اقتباس از مکتوب حضرت مستانہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ بنام صوفی محمد افضل صاحب

وصال پاک

اس طرح جس طرح زندگی ایک اٹل حقیقت ہے۔ اسی طرح موت بھی نہ ٹلنے والی حقیقت ہے۔ اگر کوئی ہزار برس بھی جیئے توبالآخر موت اسے اپنی آغوش میں لے لیتی ہے۔

اگرچہ موت کا ایک ہی راستہ ہے۔ مگر اس کے انداز میں زمین وآسماں سے بھی بڑا فاصلہ ہے۔ دنیادار، طالب مال وزر' اس فانی دنیا میں جی لگانے والے' جب اس دنیا سے اٹھتے ہیں تو حسرتوں کے سوا ان کے پاس کچھ نہیں ہوتا۔

ان کا جانا عبرت ناک ہوتا ہے۔ ان کی موت جیسی موت سے سب اپنے بیگانے پناہ مانگتے ہیں۔ مگر اسی فانی دنیا میں بعض بندگانِ خدا اس شان سے بساطِ زندگی لپیٹتے ہیں کہ دیکھنے والے ان جیسی موت کے خواہاں ہوتے ہیں۔ وہ اس بات کی شدت سے خواہش کرتے ہیں کہ کاش ان کے جنازہ کی بجائے آج ان کا جنازہ اٹھتا۔

یہ حضرات جب وعدہ الٰہی کے مطابق موت کا ذائقہ چکھتے

ہیں تو وصال محبوب کی لازوال دولت پاتے ہیں۔ ان کا چہرہ پھول کی طرح کھلتا ہے۔ اور بہارستان کی خوشبو سے اپنے پسماندگان کو معطر کرتے ہیں۔

عارف باللہ' مجاہد فی سبیل اللہ' جمال الاولیاء' حضرت پیر خواجہ غلام محی الدین مستانہ جی قدس سرہ کے وصال کی گھڑیاں اگرچہ صدمات سے پُر ہیں۔

مریدین، متوسلین' اعزہ و اقارب اس وصال نڈھال ہیں۔ جو قدرتی اور فطرتی عمل ہے۔ مگر وصال محبوب کے دل نواز منظر نے دل کو خوب تسلی دی ہے۔

اگرچہ قلم اپنے نقوش سے اس جاں نواز منظر کی منظر کشی میں کشاں کشاں ہے مگر وہ کیف آور منظر قلم اور زبان کے بیان سے بالاتر ہے۔

حیران ہوں اور قلم کا کلیجہ شق ہے۔ الفاظ ڈھونڈ رہا ہوں۔ زبان وبیان کے سبھی انداز کا سہارا لے رہا ہوں مگر کچھ بن نہیں پڑتا۔ میری اور قلم کی معذوریوں اور مجبوریوں کو سامنے رکھیئے اور وصال مستانہ کی چند نامکمل جھلکیاں ملاحظہ ہوں :

غالباً ۱۹۹۶ء میں حضرت مستانہ کو عارضۂ قلب لاحق ہوا۔ مقامی طور پر اس کا معالجہ شروع ہوا مگر اس کا افاقہ نہ ہوا۔ آپ کے ایک عزیز جناب الطاف احمد جو ایک عرصہ سے انگلینڈ میں مقیم ہیں' نے آپ کو علاج کے لیئے انگلینڈ کے سفر کی سہولت میسر کی۔

اتفاق سے آپ کے برادرِ عزیز جناب قاری عبدالمجید صاحب بھی وہیں تھے۔ ان دونوں حضرات نے بھرپور کوشش کی مگر علاج کارگر نہ ہو رہا تھا۔ ڈاکٹر نے بائی پاس اپریشن تجویز کیا مگر آپ نے اسے التواء میں رکھا۔ اس التواء کی وجہ آپ نے خود لکھی ہے۔ لکھتے ہیں۔

"ڈاکٹروں کے نزدیک اب اپریشن ضروری ہے۔ کراؤں گا۔ لیکن اب چونکہ رمضان شریف کا موسم شروع ہو رہا ہے اس لیئے اگر رمضان شریف اپنی پوری رحمتوں اور برکتوں سے اس وجود ظاہری پر سے گزر گیا توبعد رمضان اپریشن کرالوں گا۔"

زندگی اور موت کی کشمکش میں زندگی کے مقابلہ میں ایمان

کی حفاظت بندگان خدا کا ہی حصہ ہوتا ہے۔ اس سلسلہ میں آپ کے قلم نے اس حقیقت کو کاغذ کی زینت بنا کر ہم سب پر احسان فرمایا ہے۔ لکھتے ہیں :

”زندگی بے شک بڑی نعمت ہے لیکن ایمان اس سے بڑی نعمت ہے۔ جب ایمان اور زندگی کا مقابلہ آجائے تو صاحبان عقل و فلسفہ ضرور زندگی کا ساتھ دیں گے۔ ہو سکتا ہے اپنی چرب زبانی سے بذریعہ دلائل اپنا موقف غالب کر لیں مگر حقیقت اس کو تسلیم نہیں کرے گی۔ حقیقت عشاق کی ساتھی ہے۔

عاشقوں کی دنیا میں جب بھی ایمان اور زندگی کا مقابلہ ہوا تو فتح ایمان کو ہی نصیب ہوتی ہے۔“

جناب مرزا الطاف احمد نے بڑی قربانی کی۔ مالی تعاون پیش کیا۔ حضرت مستانہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس کا احسان تسلیم کرتے تھے اور اس کے شکر گزار بھی تھے۔ مگر آپ کی نظر تو محسنِ حقیقی اللہ کریم جل مجدہ الکریم کے احسان پر تھی۔ اس سلسلہ میں آپ کے جذبات کی عکاسی آپ کے الفاظ کرتے ہیں :

''اس ضمن میں عزیز الطاف احمد کی بڑی ہمت ہے۔ یہ اس کا احسان تو تسلیم کرتا ہوں مگر اس سے پہلے یہ احسان اللہ تعالیٰ کا اپنا ہی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے خود ہی اس بچے کو اس طرف راغب کر دیا ہے۔ ورنہ میرے برابر اس کے اور رشتہ دار آگے پیچھے بہت ہیں۔ خوشامد بھی کرتے ہیں۔

اس لیئے یہ اس مالک کی اپنی ہی حکمت ہے نہ میں انکار کر سکتا ہوں نہ وہ رک سکتا ہے۔ جب تک اللہ رب العزت کی طرف سے امر اسی طرح ہے۔

کئی رشتہ داروں کو دیکھ رہا ہوں کہ ان کے دل میں بہت تکلیف ہے۔ وہ پسند نہیں کر رہے لیکن ان کے مونہوں پر مہر لگی ہوئی ہے۔ وہ اپنا مافی الضمیر باہر نہیں نکال سکتے۔

ہر فعل اور عمل میں اللہ تعالیٰ کا امر جاننا تو عارفوں کا کام ہے۔ یہ دنیادار کمینے کیا جانیں کہ امر اللہ کیا ہے؟

کان امر الله قدراً مقدوراً

وہی ہوتا ہے جو منظورِ خدا ہوتا ہے۔ اس ضمن میں زیادہ گفتگو مناسب نہیں ہے۔(۱)

☆ رمضان شریف کی خصوصی برکات کو حاصل کرنے اور سنت اعتکاف کو ادا کرنے کے لیئے آپ نے علاج کو ادھورا چھوڑا اور پاکستان آگئے۔ کچھ عرصہ یہیں علاج ہوتا رہا۔ طبیعت کبھی سنبھل جاتی اور کبھی تکلیف بڑھ جاتی۔

۱۸ رمضان المبارک ۱۴۱۸ھ / جنوری ۱۹۹۸ء میں آپ کی ہمشیرہ کا وصال آپ کے آبائی گاؤں ورینہ شریف میں ہوا۔ ظاہر ہے یہ صدمہ آپ کی قوت برداشت کے لیئے ایک امتحان سے کم نہ تھا۔ آپ تین روز تجہیز و تکفین اور ایصالِ ثواب کے لیئے ورینہ شریف جاتے رہے۔

نتیجۃً علالت بڑھ گئی۔ عارضہ قلب پوری طرح عود کر آیا سانس لینے میں انتہائی دشواری تھی۔ نقاہت کے باعث کھڑا ہونا اور بیٹھنا دشوار تھا مگر اس رات کی تراویح کی نماز بھی آپ نے جماعت سے ادا فرمائی۔ برادر عزیز قاری محمد اکرم کو جو اس وقت

۱۔ ماخوذ از خود نوشت حضرت مستانہ رحمۃ اللہ علیہ دسمبر ۱۹۹۵ء

گھر پر موجود تھے۔ نماز کا امام بنایا۔

جناب قاری محمد اکرم نے تکلیف کی شدت کے پیشِ نظر عرض کیا آپ اس وقت آرام فرمالیں۔ رات کے پچھلے حصہ میں نماز ادا فرمالینا مگر آپ راضی نہ ہوئے اور امامت کرانے کا حکم دیا۔ جب فرض ادا ہو گئے تو انہوں نے پھر عرض پیش کی کہ بقیہ نماز آرام کے بعد ادا فرمالینا۔

چونکہ اس وقت سانس کی تکلیف شدید تھی' اس وقت محسوس ہو رہا تھا شاید یہ سانس آخری ہیں۔

چونکہ مستانہ صاحب عبادات کے معاملہ میں انتہائی حساس تھے۔ اس ضمن میں سستی، کاہلی، کسل مندی یا تاخیر کے قطعاً روادار نہ تھے۔ ہر حال میں نماز کو پابندیِ وقت کے ساتھ ادا کرتے۔ یہ کیسے ممکن تھا کہ آج کی نماز وہ وقت پر ادا نہ کرتے؟ نماز تراویح آپ نے جماعت کے ساتھ ادا فرمائی مگر لیٹ کر۔

اللہ اللہ! استقامت کی یہ اعلیٰ ترین مثال ہم سب کے لیئے قابلِ تقلید ہے۔ ذرا سی تکلیف پر ہم نماز، روزہ کو چھوڑ دیتے ہیں۔ وقت پر ادا نہیں کرتے مگر کیا خبر کہ یہی نماز زندگی کی

آخری نماز ہو۔

رمضان المبارک کی یہ رات شدتِ علالت کے باعث مشکل سے کٹ رہی تھی۔ رات کو ڈاکٹر کا ملنا بھی دشوار تھا اور انہیں ڈاکٹر کے پاس پہنچانا بھی آسان نہ تھا۔ کیونکہ اس نوعیت کے مریضوں کو حرکت کرنا نقصان دِہ ہوتا ہے۔

بہر صورت رات ہی میں آپ کو جہلم ہسپتال پہنچادیا گیا۔ اس طرح آپ کا ڈاکٹر کی زیر نگرانی اور زیر مشاہدہ علاج جاری ہوا۔ احتیاط کے پیشِ نظر ڈاکٹر نے سختی سے ہدایات جاری کیں :

۱۔ آپ کسی قسم کی گفتگو نہیں کریں گے۔
۲۔ آپ کسی قسم کی حرکت نہیں کریں گے۔
۳۔ رفع حاجت۔ بول و براز کے لیئے بھی آپ بستر سے نہیں اٹھیں گے۔
۴۔ کوئی شخص بھی آپ سے ملاقات نہیں کر سکے گا۔

یہ حفاظتی تدابیر معالجین کے نزدیک ضروری ہوتی ہیں۔ ان کی پاسداری مرض کے علاج میں معاون ہوتی ہیں۔ ان کی خلاف ورزی کسی بڑے نقصان کا پیش خیمہ بن سکتی ہے۔

علالت کی یہ خبر دور و نزدیک پہنچی۔ متوسلین اور متعلقین ملاقات اور زیارت کے لیئے ہسپتال تک اُمڈ آئے۔ بعض مخصوص احباب کو انتہائی احتیاط کے ساتھ اجازت دی گئی کہ وہ آپ کے کمرہ میں داخل ہو کر آپ کی زیارت کر لیں۔ آپ سے گفتگو نہ کریں اور مصافحہ بھی نہ کریں کہ اتنی حرکت بھی قابل برداشت نہیں۔

علالت کی خبر سن کر یہ فقیر بھی ہسپتال پہنچا۔ مِنت خوشامد کر کے کمرے تک پہنچا' زیارت ہوئی اور ڈاکٹر کی ہدایات سُنی۔

پیر طریقت صاحبزادہ حبیب سلطان، پیر طریقت صاحبزادہ عبدالعزیز، پیر طریقت صاحبزادہ قاری محمد اکرم، عزیزان قاری اظہر محمود اور قاسم نواز موجود تھے۔

ان حضرات نے شکایت کے انداز میں بتایا کہ اٹھنے بیٹھنے پر پابندی کے باوجود حضرت مستانہ صاحب اٹھ کر وضو کرتے ہیں۔ نماز پنجگانہ باقاعدگی سے ادا کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ نماز تہجد بھی ادا کرتے ہیں۔

ملاقات کے دوران حضرت مستانہ نے برادرِ محترم مولانا

مفتی محمد علیم الدین مجددی سے ملاقات کی خواہش ظاہر کی۔ اگلے روز نماز جمعہ ادا کرنے کے بعد مفتی صاحب ملاقات کے لیئے ہسپتال پہنچے توان سے فرمایا کہ......

کئی روز سے میں دلائل الخیرات شریف نہیں پڑھ سکا۔
میرا یہ ناغہ اس طرح پورا ہو سکتا ہے کہ آپ میرے
سامنے دلائل الخیرات شریف پڑھیں اور میں سُن لوں۔

اللہ اکبر' سبحان اللہ العظیم! اوراد و اشغال اور وظائف کی یہ پابندی تو سلف صالحین میں نظر آتی ہے۔ آج کے اس پُر فتن دور میں یہ ایک تصور کی حد تک باقی ہے۔

مفتی صاحب دو دن متواتر حاضر ہوتے رہے۔ دلائل الخیرات شریف سنا کر حضرت مستانہ صاحب کے ناغوں کو پورا کیا۔ نماز عید آپ نے ہسپتال ہی میں ادا کی۔ طبیعت بحال ہونے پر ڈاکٹروں نے آپ کو گھر آجانے کی اجازت دی۔ دو اڑھائی ماہ آپ گھر ہی میں رہے۔ طبیعت اگرچہ سنبھل چکی تھی مگر متحمل سفر نہ تھی۔

☆ ذی الحجہ ۱۴۱۹ھ کے آخری عشرہ میں کوٹ بھائی خان ضلع

سرگودھا کے صوفی غلام یٰسین کے عرس کے موقع پر آپ وہاں پہنچے۔آپ کے ہمراہ آپ کے برادرِ عزیز صاحبزادہ حبیب سلطان مصطفائی بھی تھے۔

صوفی غلام یٰسین آپ کے والد گرامی حضرت باوا جی محمد فیروز علی سلطان کے محبوب خلیفہ تھے اور حضرت مستانہ صاحب سے ان کو عقیدت کی حد تک پیار تھا۔

ظاہر ہے اس جذبہ ءِ صادقہ کا جواب آپ کی طرف سے اظہار محبت تھا۔باوجود علالت اور نقاہت کے آپ نے ان کے عرس کی محفل میں نہ صرف شرکت فرمائی بلکہ (۶۵) منٹ تک حاضرین سے خطاب بھی فرمایا۔

قرآن مجید کی تلاوت کے بعد آپ نے زندگی کے چند اصول بتائے اور اللہ تعالیٰ کی طرف یکسوئی کی تعلیم فرمائی۔آپ کا یہ خطاب اس فانی دنیا کا آخری خطاب ثابت ہوا۔

تھوڑی دیر بعد طبیعت نڈھال ہوئی۔آپ نے حاضرین کو کلمہ طیبہ بلند آواز سے پڑھنے کا حکم دیا۔اِدھر محفل ذکر قائم تھی۔ اُدھر آپ کی روح مقدس نے وصال حقیقی کی لذت حاصل کی۔

﴿ اناللہ و انّا الیہ راجعون ﴾

(۲۳ ذی الحجہ ۱۴۱۹ھ / ۱۰۔ اپریل ۱۹۹۹ء بروز ہفتہ)
آپ کے وصال کی تاریخ ہے۔

یہ ایک خوشگوار حقیقت ہے کہ آپ نے وصال کی تاریخ اور دِن میں بھی حضور غوث الامت قبلہ باواجی صاحب موہڑوی رحمۃ اللہ علیہ کی سنت اختیار کی کہ آپ کا وصال بھی ہفتہ کے دِن رات دس بجے کے قریب ہوا۔

آپ کے وصال کی خبر آناً فاناً متعلقین تک پہنچی۔ جسد اطہر کو صبح کی نماز کے وقت آپ کے رہائشی مکان سرائے عالم گیر پہنچایا گیا۔ اعزہ و اقارب جمع ہوئے۔ مریدین جوق در جوق حاضر ہوئے دِن بارہ بجے کے بعد آپ کے غسل کا مرحلہ طے ہوا۔

آپ کے غسل دینے والوں میں......

☆ فاضل اجل مولانا مفتی محمد علیم الدین مجددی،
صدر المدرسین جامعہ سلطانیہ کالادیو، ضلع جہلم۔

☆ عالم باعمل مولانا حافظ محمد اقبال جلالی
خطیب عیدگاہ، سرائے عالم گیر

☆ حضرت مولانا صوفی محمد اشرف چشتی

خطیب و ہیڈ ماسٹر، گورنمنٹ ہائی سکول، قصبہ کریالی۔

☆ حضرت مولانا صوفی باوفا محمد رفیق خان

ہیڈ ماسٹر، گورنمنٹ ہائی سکول، سعادت پور

☆ حضرت مستانہ صاحب کے مرید باصفا

صوفی غلام محی الدین اور

☆ یہ احقر (محمد جلال الدین قادری) شامل ہیں۔

کفن میں بھیگی ہوئی ایک چادر جناب فدا حسین قادری پرانی جہلم والوں نے شامل کی۔ جسم کے اعضائے سجدہ پر کافور ملا گیا۔ پھولوں اور خوشبو کی مہک نے فضا کو معطر کر دیا۔ ہنستے مسکراتے چہرے کی زیارت سبھی نے کی۔

چہرے پر موت کے کوئی آثار نہ تھے۔ صرف اتنا محسوس ہو رہا تھا کہ حضرت آنکھیں بند کیئے ہوئے مراقبہ میں ہیں اور ابھی تھوڑی دیر بعد اپنی گفتگو سے حاضرین کو محظوظ فرمائیں گے۔

اس موقع پر ضروری معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مستانہ رحمۃ اللہ علیہ کی وہ وصیت درج کر دی جائے جو آپ نے علالت کے

دوران تحریر فرمائی۔ یہ وصیت آپ کی عزیمت، عظمت اور رِفعت درجات کو سمجھنے میں معاون ہے۔آپ لکھتے ہیں :

☆ ”رات کا ایک بجا ہے۔ دل کی دھڑکن اچانک تیز ہو گئی ہے۔ انجام کا کیا معلوم ؟ کوئی آدمی پاس نہیں۔ ایک رشید کمھار دوسرے کمرے میں سویا ہوا ہے۔ جو نہایت گہری نیند میں ہے۔

اگر تھوڑی دیر کے بعد وقت آخر آجائے تو اللہ تعالیٰ اور اس کا محبوب ﷺ نگہبان ہیں۔ اس وقت کلمے شریف کا ذکر خود بخود ہو رہا ہے۔ انشاء اللہ انجام اچھا ہی ہو گا۔

دفن کے لیئے رسول باوا جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی پائنتی میں کرنا۔

جنازہ کی نماز مولوی جلال الدین صاحب مدظلہ پڑھائیں گے۔

بستی بستی اعلان نہ کرتے پھرنا اور نہ ہی رونا

دھونا' چیخنا چلانا۔ آپ کا کوئی کام نہیں رکے گا۔ زمانہ اپنی رفتار سے چلتا رہے گا۔

ایک ہزار مسجد مصطفائی سرائے عالم گیر کا میرے ذمے ہے ادا کر دینا۔ میرے حساب میں سے تقریباً 11000 روپیہ خیرات کر دینا۔ باقی جائیداد تقسیم کر لینا۔

عبدالمجید کو ضرور سہارا دینا۔ اس پر ضرور مصیبت گزرے گی۔ باقی سب لوگ تو برداشت کر لیں گے۔

اسے غالب کا یہ شعر یاد کرانا۔

غالب خستہ کے بغیر کون سے کام بند ہیں
روئیے زار زار کیوں کیجئے ہائے ہائے کیوں

یہ دنیا ہے میرے دوست!

یہ صرف اپنے مطلب سے غرض رکھتی ہے۔ کسی سے اس کا تعلق نہیں ہے۔ یہ اپنے اصول کی بہت پکی ہے۔ ہر کسی سے بے وفائی کرتی ہے۔ انسان ہی ناداں ہیں جو اس پر اعتبار کرتے ہیں۔ کسی ایک سے بھی اس نے وفا کی ہوتی تب بھی اس پر دھوکہ بازی کا الزام لگ سکتا۔ جو اصول کا پکا ہو اس کو دھوکے باز کہنا اس پر

زیادتی ہے ؎

چشم عبرت سے ذرا دیکھ اِدھر
نقش لوح مزار ہیں ہم

مجھ سے عبرت حاصل کرو۔ میں بڑا ناداں ہوں۔ میں نے دوسروں سے عبرت حاصل نہیں کی۔ جس کی ساری عمر خدمت کی ہے اب میرے پاس ایک بھی نہیں ہے۔ خدا ان کو سلامت رکھے۔ اس وقت صرف خدائے قدوس اور اس کا محبوب ﷺ ہی ساتھ ہیں۔

اے میرے ناداں دوست ہوش کر' ان کا ساتھ حاصل کر جو تیرے دونوں جہانوں کے ساتھی ہیں' جن سے تو وفا کر رہا ہے یہ ہرگز تیرے نہ بنیں گے۔

لوگو!

خدا پر ایمان لاؤ، کلمہ پڑھتے ہو مگر خدا اور اس کے رسول کو مانتے نہیں ہو۔ کتنی فریب کی بات ہے جو اتنی کریم ذاتوں کو چھوڑ کر ذلیل دنیا کا ساتھ دے رہا ہے۔ میں نے بہت وقت ضائع کیا ہے اب ہوش آئی ہے مگر......

اب پچھتائے کیا ہوت جب چڑیاں چُگ گئیں کھیت [۲]

☆ اس وصیت کو ایک بار پھر پڑھیں' بلکہ بار بار پڑھیں' شدتِ مرض اور موت کو سامنے پاکر بھی حضرت مستانہ کتنے باہوش ہیں۔ گھبراہٹ کا نشان تک نظر نہیں آتا۔ بلکہ آپ نے تو اس تنہائی کے وقت کو بھی مجلسِ رُشد و ہدایت میں بدل دیا۔ خلوت میں جلوت کا نظارہ شاید ایسے ہی موقعوں پر ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ اور اس کے محبوب ﷺ پر اعتماد ہی خاتمہ بالایمان کی علامت ہے۔

حسبِ وصیت آپ کی قبر ہیڈ رسول میں آپ کے والد گرامی اور مرشد طریقت کے پائنتی میں بنائی گئی۔ اگرچہ وہاں آپ کے والدین کی قبروں کے درمیان ایک قبر کی جگہ خالی ہے مگر آپ نے قیام قیامت تک اپنے لیئے والد بزرگوار کے قدموں میں رہنا پسند فرمایا۔

سرائے عالم گیر سے آپ کا جسدِ اطہر ہیڈ رسول منتقل کرنے سے پہلے جامع مسجد غوثیہ، جی ٹی روڈ، سرائے عالم گیر سے ملحقہ جنازہ گاہ میں لایا گیا۔ نمازِ ظہر کے بعد مفتیءِ ملت حضرت

۲۔ ماخوذ از خود نوشت حضرت مستانہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

صاحبزادہ مفتی محمد حبیب اللہ نعیمی نے نماز جنازہ پڑھائی۔
ہزاروں شیدائی اس نماز جنازہ میں شریک ہوئے۔

وصیت پر عمل کرتے ہوئے حضرت مستانہ کے برادران محترم اور صاحبزادگان والاشان اور اس فقیر (محمد جلال الدین قادری) نے اس نماز جنازہ میں شرکت نہ کی۔ کیونکہ انہوں نے ہیڈ رسول میں نماز جنازہ پڑھنا تھی۔

کلمہ طیبہ کی گونج میں آپ کے جسدِ اطہر کا جلوس ہیڈ رسول کی طرف رواں ہوا۔ راستے میں کھڑے سینکڑوں مشتاقانِ دید نے زیارت کی۔

جب جسدِ اطہر دربار فیروزیہ قاسمیہ ہیڈ رسول پہنچا تو جذبات قابو سے باہر تھے۔ فضا کلمہ طیبہ کے وِرد سے یوں گونجی کہ گویا دربار عالیہ موہڑہ شریف کی فضائیں کلمہءِ حق کے ورد سے گونجتی تھیں۔

آج وہ منظر پھر تازہ ہوا۔ مندمل زخم ہرے ہوئے۔ ہر آنکھ اشک بار تھی۔ یوں محسوس ہو رہا تھا کہ کوئی کہنے والا کہہ رہا ہے۔

عاشق کا جنازہ ہے ذرا دھوم سے نکلے

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مولانا الشاہ احمد رضا بریلوی نے ایسے مناظر کی منظر کشی کی ہے ؎

عرش پہ دھومیں مچیں' وہ مومنِ صالح ملا
فرش سے ماتم اٹھا' وہ طیب و طاہر گیا

پیر طریقت صاحبزادہ حبیب سلطان مصطفائی' پیر طریقت صاحبزادہ عبدالعزیز نقشبندی' پیر طریقت صاحبزادہ محمد اکرم' عزیز محترم صاحبزادہ اظہر محمود و صاحبزادہ محمد قاسم نواز کی اجازت اور موجودگی میں نماز عصر کے بعد دربار شریف سے ملحقہ وسیع میدان میں نماز جنازہ پڑھائی۔

ایک مستانہ کی نماز جنازہ پڑھنے والے ہزاروں مستانے' دیوانے، فیدائی اور شیدائی تھے۔ دعا نماز جنازہ کے بعد حاضرین نے چہرہ کی زیارت کی۔ ذکر حق، کلمہ طیبہ کی گونج میں جسد اطہر کو تابوت میں رکھ کر سپردِ لحد کیا گیا۔

علماء، صوفیاء، شب زندہ دار اور سالکین نے اپنے ہاتھوں سے اٹھا کر آپ کو اپنی آخری آرام گاہ میں لٹا دیا۔ اس دوران فضا چاروں طرف سے کلمہ حق سے معمور رہی۔ قبر شریف کے پاس

اذان پڑھی گئی۔ سورۃ فاتحہ کی ابتدائی اور آخری آیات کی تلاوت ہوئی۔ شجرۂ طریقت پڑھا گیا۔ صلوٰۃ و سلام کے بعد دعا ہوئی۔

اس طرح غروب آفتاب سے چند لمحے پہلے صالحین کا آفتاب غروب ہوا۔

رحمة الله تعالیٰ علیه رحمةً کاملةً شاملةً و اسعةً

مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ غالباً پانچ سال پہلے ہیڈ رسول عرس کے موقع پر پیر طریقت حضرت مستانہ صاحب نے اپنا وہ جُبّہ صاحبزادہ قاری محمد اکرم کو ودیعت فرما کر اپنے سجادہ کا وارث بنایا جو جبہ انہیں اپنے والد گرامی کی معرفت حضرت باوا جی قاسم موہڑوی کی طرف سے ان تک پہنچا تھا۔

قطعات تاریخ وصال
مستخرجہ۔ مولانا مفتی محمد علیم الدین نقشبندی

☆ فخر بوستان جلوه مستانه

---۱۹۹۹ء---

☆ ماه روشن داخل جنت شده

---۱۹۹۹ء---

☆ آثار بهشت شریف

---۱۹۹۹ء---

☆ چشمه فیض صُفا

---۱۴۱۹ھ---

☆ در روضه مقدس

---۱۴۱۹ھ---

☆ ترا محفل عشرت مبارک باد

---۱۹۹۹ء---

☆ دیدار خلوت قدس

---۱۹۹۹ء---

☆ معدن برکت باغ دل آرا

---۱۹۹۹ء---

☆ شکرانہ نعمت بیکراں

---۱۴۱۹ھ---

☆ روضہ مقدس جامع کمال

---۱۴۱۹ھ---

☆گرہمی خواہی کی دانی و صل آں عالی مقام
باصفائے دل غلام محی الدین بگو

---۱۴۱۵ھ------

قطعات تاریخ وصال

مستخرجہ : محمد جلال الدین قادری

☆ جلالت قاری غلام محی الدین

---۱۹۹۹ء---

☆ چشم جہاں بین قاری غلام محی الدین

---۱۹۹۹ء---

☆ واہ حضرت پاک مستانہ

---۱۹۹۹ء---

☆ واہ نظافت مستانہ

---۱۹۹۹ء---

☆ واه زاہد خوش اوقات مستانه

---۱۹۹۹ء---

☆ آه عابد ذی احترام

---۱۹۹۹ء---

☆ آه غریق وصال مستانه

---۱۹۹۹ء---

☆ جمیل الشیم قاری غلام محی الدین

---۱۹۹۹ء---

☆ بہترین قاری است

---۱۴۱۹ھ---

☆ جود اصفیاء غلام محی الدین

---۱۴۱۹ھ---

☆ مرشد یکتائے روزگار

---۱۴۱۹ھ---

☆ مفید خلائق مرشد

---۱۴۱۹ھ---

☆ خندہ روئی مرشد

---۱۴۱۹ھ---

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

حضرت خواجہ پیر غلام محی الدین

عرف مستانہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

از قلم : حضرت صاحبزادہ عبدالعزیز نقشبندی مدظلہ العالی

ورینہ شریف، سرائے عالم گیر

آپ حضرت باواجی صاحب قاری محمد فیروز علی کے سب سے بڑے صاحبزادہ تھے۔ مادرِ زاد ولی اللہ تھے۔ اخلاق حسنہ اور اوصافِ حمیدہ رکھتے تھے۔ نہایت دیانت دار اور وفا شعار، صاف گو، راست باز تھے۔ غوث الامت حضرت خواجہ پیر محمد قاسم صادق موہڑوی سرکار نے بچپن میں ہی آپ کو ولایت کے بلند مقام پر پہنچادیا ہوا تھا۔

اکثر اخلاق حسنہ کی یہ حالت تھی کہ کوئی شخص بھی ایک نظر آپ کو دیکھ لیتا پھر دوبارہ آپ سے ملنے کی خواہش کرتا۔ اسی وجہ سے آپ اپنے آستانے عالیہ میں جمعۃ المبارک کی نماز کے بعد ختم خواجگان پڑھایا کرتے تھے اور لنگر تقسیم فرماتے۔

ہر ملاقاتی سے بڑی محبت و شفقت سے پیش آتے۔ آپ کی روحانی تعلیم اس قدر موثر ہوتی تھی کہ دِل کی گہرائیوں میں اتر جاتی اور سامعین بڑی چاہت سے آپ کی تقریر سنتے۔

طبیعت کی نفاست اور پاکیزگی کا یہ حال تھا کہ ہر وقت باوضو رہتے۔ آپ نے زندگی بھر کبھی کسی کا دل نہیں دکھایا اور ہمیشہ نسبت رسولی کی تعلیم حاصل کرنے کی ہدایت فرمایا کرتے تھے۔

اسی بنا پر اعلیٰ حضرت غوث المعظم پیر نظیر احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اور حضور والدی و مرشدی حضرت پیر باوا جی صاحب قاری محمد فیروز علی اور حضرت پیر ایرانی شاہ صاحب نے بھی آپ کو خرقہ خلافت عطا فرمایا ہوا تھا۔

اپنے والدین شریفین کا بے حد ادب و احترام کیا کرتے تھے۔ اپنے چھوٹوں بڑوں کے مقام کا خیال رکھتے۔ کسی چھوٹے بھائی کو تم یا تو کہہ کر نہیں پکارتے تھے۔ اپنے اعمال کا خود محاسبہ کرتے اور روزمرّہ کے اعمال کا جائزہ لیتے کہ آیا آج کے دِن کون سا اچھا عمل کیا ہے؟

ایک روز میں نے خواب میں دیکھا۔ آپ نے مجھے بازو سے

پکڑ رکھا ہے اور زور سے دبا کر فرما رہے ہیں۔آج جمعۃ المبارک کا خطبہ دے لو گے ؟ میں نے عرض کیا۔آپ کے ہوتے ہوئے میری کیا مجال ؟

فرمانے لگے کوئی اختلافی یا بے تکی بات نہیں کرنی، مسجد چلو اور خطبہ شروع کرو اور ٹھیک ② بجے ختم کرنا ہے۔ایک انچ آگے نہیں جانا۔

جب آنکھ کھلی تو میں ناشتہ کر کے سرائے عالم گیر آپ کے آستانہ عالیہ پر پہنچا۔ دِن کے 12-1/2 بجے تھے۔آپ غسل فرما کر کہیں شادی پر جانے والے تھے۔آگئے ہو ؟ سوالیہ فقرے میں......

میں نے عرض کی مستانہ صاحب آپ نے مجھے خواب میں ایسے ہی حکم فرمایا ہے۔

آپ کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے میں مسجد الحبیب پرانی جہلم ٹھیک ایک بجے پہنچا۔ خطبہ پڑھ کر تقریر ختم کی۔اتنے میں خود بھی تشریف لائے۔

دراصل یہ ان کی ذرہ نوازی تھی۔وگرنہ وہ بذات خود علم کا سمندر تھے۔ان کے علم کے سامنے ہمارا علم سورج کے سامنے

چراغ والی بات تھی۔

پیر مستانہ صاحب اپنی ساری زندگی مصبِ طریقت پر بیٹھ کر مخلوق خدا کی خدمت میں سرگرمِ عمل رہے۔ دراصل وہ عقل و خرد کا مینارِ نور تھے۔ اسی بنا پر تمام عقیدت مند انہیں نور مستانہ صاحب کے لقب سے یاد کرتے۔

اگر اُن کی دانائی کو سُورج کا نام دیا جائے تو ان کے فہم و فراست سے کم نہیں۔ کیونکہ اخلاقِ مصطفوی کا کامل نمونہ اور اس کے مبلغ تھے۔

میری نظر میں وہ ایک شمع تھے اور اپنی باطنی روشنی سے ہر ایک مرید کو متور کرتے رہے۔ اگر کسی وجہ سے سخت لہجہ اختیار کرتے بھی تو اس میں اصلاحی پہلو کو مدِ نظر رکھتے۔ آپ کے خلوصِ نیت پر کسی قسم کا شبہ نہیں کیا جا سکتا تھا۔

وصف آپ کے میرا قلم کر سکتا نہیں بیان
جانتی تھی مخلوقِ خدا یہی ہے ان کی پہچان

مجھے اپنے بزرگ بھائی کی بے وقت موت پر جو دلی رنج و غم پہنچا ہے بلکہ وہ پورے خاندان کے لیئے ایک عظیم المیہ ہے۔ ان

کی دینی خدمات ہمیشہ یاد رکھی جائیں گیں۔ اور اُن کے عظیم روحانی مشن کو جاری وساری رکھا جائے گا۔

کیونکہ آپ کی زندگی انسانیت کی بھلائی کے لیئے تھی۔آپ غریبوں' مظلوموں کا درد رکھتے تھے۔ مشکل کے دوران نہایت ثابت قدم رہتے۔ اکثر اپنا قیمتی وقت مطالعہ میں گزارتے لوگوں کے گھریلو معاملات میں لڑائی جھگڑوں کو مٹانے کی نہایت کوشش کرتے۔

غم زدہ لوگوں کو سینے سے لگاتے اور اُن کی دل جوئی فرماتے۔ اپنی قائم کردہ لائبریری جس میں ہر طبقہ فکر کی تفسیریں موجود ہیں۔ گویا کتابوں کا بے حد ذخیرہ چھوڑ گئے ہیں۔

گذشتہ ماہ آپ پیٹ کے عارضہ میں مبتلا ہو گئے۔ جس بنا پر آپ کو ڈسٹرکٹ ہسپتال جہلم داخل کرادیا گیا۔آپ کی تیمارداری میں کوئی فروگذاشت' کوئی دقیقہ نہ چھوڑا۔ ڈاکٹروں نے آپ کو مکمل آرام کرنے کا مشورہ دیا۔ البتہ عید مبارک بھی ہسپتال میں ہی ادا کی گئی۔

اسی دوران میں درینہ شریف چلاآیا۔ جس گاؤں میں غوث

الامت حضرت خواجہ محمد قاسم صادق موہڑوی رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادگان کے قدم مبارک بطورِ نشان باقی ہیں۔ حضور کے جانثار خلیفہ والدی، مرشدی حضرت باواجی صاحب قاری محمد فیروز علی اسی گاؤں میں پیدا ہوئے۔ میں نے سوچا اِن سب اولیاء کرام کے وسیلہ سے آپ کی صحت یابی کی دعا کروں گا۔

رات کو خواب کا منظر یہ تھا کہ سفید لباس میں ہزاروں کی تعداد میں اولیاء کرام کھڑے ہیں۔ اذان ہوئی' ایک صاحب بولے 'کچھ کہا' میں نہ سمجھ سکا کہ کیا فرمایا؟ جماعت کھڑی ہو گئی۔ قرأت سے معلوم ہوا کہ یہ تو محترم بھائی غلام محی الدین مستانہ صاحب ہیں۔ دو رکعت نماز ادا کر چکنے کے بعد دعا کے اختتام پر میری آنکھ کھلی تو وریئہ شریف والی مسجد میں مرزا غلام حسین نے اذان پڑھی۔ میری سانس تیز تھی' خدشہ یہ ہوا شاید بھائی صاحب دنیا سے رحلت فرما گئے ہیں۔

فی الفور سرائے عالم گیر پہنچا اور پہلے آپ کے آستانہ پر حاضری دی۔ دروازہ پر آپ کا بڑا بیٹا اظہر محمود کھڑا تھا۔ دریافت کیا کہ بھائی صاحب کا کیا حال ہے؟ ٹھیک ہیں؟ میں اپنا خواب

بیان کرنے لگا۔

ابھی بات ختم نہ ہونے پائی تھی کہ مفتی محمد حبیب اللہ نعیمی صاحب کا بڑا صاحبزادہ غلام محی الدین گاڑی لے کر آگیا۔ اس میں بیٹھ کر ہسپتال پہنچے۔ کمرہ میں داخل ہوئے'

میں نے آپ کے ہاتھ مبارک کو بوسہ دیتے ہوئے ساتھ ہی یہ کہا کہ رات کو کسی جگہ آپ جماعت کرارہے تھے۔ اب یہاں چارپائی پر پڑے ہیں۔؟

آپ یہ جملہ سُن کر معمولی مسکرائے تو بعد میں اظہر محمود نے بتایا کہ آپ کو بھی اسی رات خواب میں جماعت کرانے کا شرف حاصل ہوا ہے۔

صاحبزادہ عبدالعزیز نقشبندی
درینہ شریف، تحصیل سرائے عالمگیر۔

شجرہ شریف منظوم

یا الہی خستہ حالم رحم کن برحالِ ما
اتکا دارم بفضلت نیست جز تو دال ما
گشتہ طاعاتم قلیل سوء اعمالم کثیر
فاعف عنی کل ذنب بہر اصحاب العلا
از کرم معمور دارد کن منور قلب ما
از طفیل انبیاء و اولیاء و ازکیا
حضرت مستانہ قاری حضرت فیروز دیں
قطب عالم ابن میراں شاہ صبغۃ اللہ مصطفیٰ
از طفیل حضرت ہارون رشید بے ریا
او کہ شد مسند نشیں نائب خیرالوری
از تو ی خواہم کرم یا کریم الاکرمین
بہر مولانا نذیر احمد جمال الاولیاء
ماسویٰ اللہ دور کن از قلب ما بہر حضور
غوث الامت خواجہ قاسم حبیب کبریا
قبلہ عالم نظام الدین سلطان ملوک
حضرت عبدالعزیز عبدالمجید اتقیا

گل محمدؒ خواجہ عبدالصبور اہل ذوق

حافظ احمدؒ شاہ عنایتؒ عبداللہ یاسخا

خواجہ محمود قادرؒ باسط و شاہ حسین

شیخ سرہندیؒ مجددؒ باقی اہل بقا

شاہ محمدؒ امکنگہ درویش و زاہد بے ریا

خواجہ احرارؒ شاہ یعقوب چرخی پر ضیا

خواجہ محمود عارف عبدالخالق باکمال

خواجہ بو یوسف شاہ بو علی اصفیا

ابوالحسن خرقانی حضرت بایزید عین جاں

جعفر صادقؒ امام قاسم صدق و صفا

حضرت سلیماں آں صدیق اکبر یار غار

سید عالم محمد مصطفیٰ نور خدا

کن منور قلب ما ازنیر عرفان خویش

بہر ذات پاک خود اے خالق ارض و سما